# نعت شریف

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانیِ دل وجاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

کرے مصطفٰے کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی! ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منھ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہدو یاس وامید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

یہ نہیں کہ خُلد نہ ہو نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں

ہے انھیں کے نور سے سب عیاں ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

وہی نورِ حق وہی ظلِ ربّ ہے انھیں سے سب ہے انھیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت وملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروروں جہاں نہیں

ترا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مِثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سروِ چماں نہیں

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا بنی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

کروں مدح اہلِ دوِل رضاؔ پڑے اِس بلا میں مِری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دین پارۂ ناں نہیں

**اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں** رحمۃ اللہ علیہ
حدائقِ بخشش

ISBN 978-969-9266-04-1

بانی: مولانا سید محمد ریاست علی قادری

# ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

(جلد: 19) صفر المظفر ۱۴۴۰ھ/ نومبر 2018ء (شمارہ: 11)



## حُسنِ ترتیب



سالانہ عام ڈاک سے: -/500 روپے، رجسٹرڈ ڈاک سے: -/1000 روپے، بیرونِ ممالک: 40 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔ ادارے کا کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 00450052144503، حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی



ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (انٹرنیشنل)

25- جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی- 74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com، ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

{اپنی بات}

# پچھلے 100 سالوں (1340ھ تا 1440ھ) میں فروغِ رضویت کا جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

اللہ عزوجل کی سنت ہے کہ وہ اپنے پچھلے انبیائے کرام کے اہم واقعات کو یاد دلاتا ہے تاکہ زمانۂ حال کے لوگ ان کے واقعات سنکر نہ صرف قلبی سکون حاصل کریں بلکہ اس کو معاشرے میں فروغ دے کر اس زمانے کے معاشروں کو ان واقعات سے سبق سکھائیں۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ۔۔۔(سُوْرَۃُ ھُوْد، آیت120)

اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔

ایک اور مقام پر قصص کا ذکر ارشاد فرمایا:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ۔۔۔(سُوْرَۃُ یُوْسُف، آیت3)

ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں۔

آیئے آپ کو ایک صدی قبل 1340ھ کا ایک وصال کا واقعہ سناؤں۔ اس واقعہ کا تعلق جس شخصیت سے ہے اس کو عرف میں اعلیٰ حضرت، علمی اعتبار سے مجددِ دین و ملّت، دینِ اسلام میں بدعات سیہ اور خرافات کا قلع قمع کرنے کے باعث قاطعہ بدعات، بہت ساری سنتوں کا احیا کرنے کے باعث ماحئ سنت بریلی شریف میں اپنے والد ماجد کے مدرسہ میں فارغ ہونے کے باعث فاضل بریلوی، دنیائے نعت گوئی میں سلامِ رضا اور دیگر قصائد لکھنے کے باعث حسان الہند، لاکھوں دلوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کرنے کے باعث عاشقِ رسول، ہزار سے زیادہ کتب تصنیف کرنے کے باعث غزالی دوراں اور لاکھوں لوگوں کو طریقہ قادری کی طرف گامزن کرنے کے باعث نائب غوث الوریٰ کہلاتے ہیں، جب کہ اسم مبارک احمد رضا خاں بریلوی ابن مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی (م1297ھ/1880ء) ابن مولانا مفتی محمد رضا علی خاں بریلوی (م1282ھ/1865ء) ہے آپ کی ولادت 1272ھ/ 1856ء اور وصال مبارک 25صفر المظفر 1340ھ/ 1921ء ہے۔ چودہ برس سے کم عمری میں اپنے والد کے مدرسہ سے شعبان 1286ھ میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ دوران طالب علمی ہی تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا اور 1285ھ ہی میں عربی تصنیف پر حاشیہ نگاری فرمائی، فارغ ہوتے ہی پہلا فتویٰ کم سنی میں لکھ کر برصغیر کی اسلامی تاریخ میں اپنا نام کم سن مفتی کی حیثیت سے رقم کر دیا کہ آج تک کسی نے 14 سال سے کم عمر میں فتویٰ نہیں دیا شاید یہ ریکارڈ دنیائے اسلام کا بھی ہو مگر احقر کی بقیہ دنیا کے مفتیان کے متعلق تحقیق نہیں ہے کہ امام ابو حنیفہ کی ٹیم میں کیا کوئی ایسا مفتی بھی تھا جس نے 14 سال سے کم عمر میں فتویٰ دیا ہو اگر ایسا نہیں تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ دنیائے اسلام میں سب سے کم عمری میں فتویٰ دینے والے مفتی قرار پائیں گے آپ نے جب پہلا فتویٰ دیا اس وقت آپ کی عمر 13 سال، 10 ماہ اور 5 دن کی تھی، اسی دن آپ بالغ ہوئے اسی دن والد ماجد نے مہر بنوا کر اپنی مسند افتاء پر آپ کو فائز کر دیا جو مسند افتاء 1246ھ میں امام احمد رضا کے دادا مفتی محمد رضا علی خاں نے بریلی میں قائم فرمائی تھی۔

امام احمد رضا خود ان دونوں باتوں کا تذکرہ اپنے وصال 25صفر المظفر 1340ھ سے چند گھنٹے پہلے کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہ ہی بتاتا رہا اور اس وقت پھر یہ ہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندے کو کھڑا کر دیگا مگر معلوم نہیں میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں بتائے اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو''

یہ باتیں کیا تھیں وہ اس وصیت نامہ میں پہلے ذکر کی گئیں ہیں آپ اس وصیت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، رب العزت کے نور ہیں، حضور سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے، اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو، وہ نور یہ ہے اللہ ورسول سے سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کتنا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

اسی وصیت نامہ میں اپنے خاندان سے متعلق کہ کب سے اس خاندان میں فتویٰ نویسی شروع ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس گھر سے فتوے نکلتے 90برس سے زائد ہوگئے، میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا (1246ھ تا 1282ھ) جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کو چھوڑا(1282 تا1297ھ) میں نے چودہ سال کی عمر میں ان سے یہ کام (فتویٰ نویسی کا) لے لیا (1286، تا 1340ھ)''۔(وصایا شریف از امام احمد رضا مرتبہ مولانا حسنین رضا مطبوعہ کراچی، ص9۔10)

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے اگرچہ متعدد عظیم کارنامے ہیں مگر ان کی حیات کے چند کارنامے ضرور گنوانا چاہوں گا۔

(ا)۔ آپ نے اپنی ظاہری حیات میں 55سالوں میں 3زبانوں میں 1000 سے زیادہ کتب تمام دنیاوی و دینوی علوم پر تصنیف فرمائیں ہیں۔

(2)۔ آپ کے فتاویٰ جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور ہیں 3زبانون اور 5 نہج پر لکھے گئے ہیں۔

اردو فتاویٰ نثر اور اردو فتاویٰ نظم، فارسی فتاویٰ نثر اور فارسی فتاویٰ نظم اور عربی فتاویٰ۔ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تحقیق کے مطابق آپ نے انگریزی میں بھی فتاویٰ لکھے ہیں۔

(3)۔ آپ کا اردو زبان میں ترجمۂ قرآن بعنوان کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن جو1330ھ /1910ء میں شائع ہوا۔

(4)۔ آپ کا نعتیہ کلام بعنوان حدائق بخشش جو تین زبانوں پر مشتمل ہے عربی کلام، فارسی کلام اور عربی و نعتیہ کلام۔

(5)۔ آپ نے اپنی خانقاہ قادریہ رضویہ، بریلی میں 1294ھ میں قائم فرمائی جس کی اس وقت دنیا میں ہزاروں برانچیں ہیں۔

(6)۔ آپ کا قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام ہے جو آپ نے بریلی شریف میں 1322ھ قائم فرمایا جس کے فارغ التحصیل طلبہ 120 سال سے دنیا کے کونے کونے میں تبلیغ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

(7)۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کا 1336ھ میں قیام ہوا جس نے بعد میں تحریک آزادی پاکستان میں اہم ترین کردار ادا کیا۔

(8)۔ آپ نے قادیانیت فتنہ کے خلاف سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا اور اس کے رد میں کئی رسائل تصنیف فرمائے۔

(9)۔ جتنی بھی تحریکیں اسلام کے خلاف اٹھیں مثلاً تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت، تحریک گاؤکشی، تحریک وہابیت، نیچریت، تحریکِ ندوہ، تحریک علیگڑھ ان سب کے خلاف فتویٰ دیا اور مسلمانوں کی صحیح سمت رہنمائی فرمائی۔

(10)۔ مقام الوھیت اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرہ دیا جس کے باعث برصغیر کے مسلمانوں کے ایمان کو سلامت رکھا اور دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی شمع کو روشن کرکے قیامت تک کے لیے بندوبست فرمادیا۔

آپ کے وصال کو ایک صدی گزرگئی آپ کا مشن کس طرح آگے بڑھا اور اس صدی میں دنیا بھر میں مختلف اداروں نے کیا کام کئے ایک سرسری جائزہ پیش کررہاہوں ملاحظہ کیجئے:

**(1)**۔ آپ کے وصال کے وقت 150 سے زیادہ آپ کے خلفاء اور سینکڑوں تلامذہ جو جید علمائے کرام تھے موجود تھے ان میں سے صرف چند بہت اہم اور معروف نام ملاحظہ کریں:

(1)۔ مولانا مفتی حامد رضا خاں (م1362ھ / 1943ء)
(2)۔ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری (م1402ھ / 1981ء)
(3)۔ مولانا مفتی محمد ظفر الدین بہاری قادری (م1382ھ / 1962ء)
(4)۔ مولانا مفتی امجد علی اعظمی (م1367ھ / 1948ء)
(5)۔ مولانا مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی (م1367ھ / 1948ء)
(6)۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م1374ھ / 1954ء)
(7)۔ مولانا سید ابوالبرکات قادری (م1398ھ / 1978ء)
(8)۔ مولانا ضیاالدین قادری مدنی (1402ھ / 1981ء)
(9)۔ مولانا مفتی برھان الحق جبلپوری (1405ھ / 1985ء)
(10)۔ مولانا محمد شریف کوٹلوی (1370ھ / 1951ء)

**(2)**۔ امام احمد رضا خاں نے اپنے دادا کی قائم کردہ مسند افتاء پر تقریباً 55 سال فتاویٰ نویسی فرمائی۔ جس کے نتیجے میں بڑی یعنی جہازی سائز کی 12 جلدیں تیار ہوسکیں۔ ہر جلد 1000 صفحات پر کم وبیش مشتمل تھی جس میں 3 زبانوں میں فتاویٰ لکھے گئے تھے ان میں ہزاروں فتاویٰ کے علاوہ 250 سے زیادہ رسائل بھی تھے۔ امام احمد رضا کی حیات میں اس کی پہلی دوسری اور پانچویں جلدیں شائع ہوچکی تھیں جب کہ بقیہ جلدیں وقتاً فوقتاً سنی دارالاشاعت مبارک پور سے شائع ہوئیں اس طرح 1990ء تک فتاویٰ کی 12 جلدیں انڈیا، پاکستان کے مختلف اداروں سے شائع ہوتی رہیں۔ 1990ء میں حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی (م26/ اگست 2003ء) علیہ الرحمۃ نے جو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے مہتمم اعلیٰ تھے انہوں نے رضا فاؤنڈیشن کے نام سے ادارہ قائم کیا اور فتاویٰ رضویہ کی عربی، فارسی عبارتوں اور رسالوں کے تراجم کرواکر اور بقیہ تخریج کے ساتھ اس کو 30 جلدوں میں شائع کرنے کا پروگرام مرتب کیا اور الحمدللہ ان کے وصال سے قبل 25 جلدیں شائع ہوچکی تھی اور بقیہ 5 بعد میں شائع ہوئیں یہ 30 جلدیں 22000 صفحات پر مشتمل ہیں جس میں 6847 سوالوں کے جواب اور 250 رسائل ہیں۔ ان تین جلدوں کو بھی انڈیا، پاکستان کے مختلف ادارے شائع کررہے ہیں۔ مفتی عبدالقیوم ہزاروی نے اس کی اشاعت کے دوران جب اس کا تفصیلی مطالعہ کیا تو انہوں نے اس کو فقہ اسلامی کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا، جب کہ دورِ حاضر کے حکمت کے ایک بڑے مدبر محترم جناب حکیم محمد سعید دہلوی نے فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کے بعد جو رائے قائم کی وہ ملاحظہ کریں:

"میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہا میں نظر آتی ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ قرآنی نصوص اور سنن نبویہ کی تشریح و تفسیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لیے قدیم فقہا جملہ علوم و رسائل سے کام لیتے تھے اور یہ خصوصیات مولانا کے فتاویٰ میں بھی موجود ہیں"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1991ء، ص74)

ملک کے ایک اور محقق جناب مولانا کوثر نیازی نے جب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا تو آپ کو وقت کا امام ابو حنیفہ ثانی قرار دیا۔

**(3)**۔ آپ کا ترجمۂ قرآن کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن 1330ھ میں مکمل ہوا اور آپ کی حیات میں پہلی بار بریلی سے بغیر حاشیہ کے اور بعد میں مولانا مفتی سیّد نعیم الدین مراد آبادی کے حاشیہ خزائن العرفان کے ساتھ مراد آباد سے شائع ہوا اور پاکستان کی آزادی کے بعد تاج کمپنی نے بھی شائع کیا اور آپ کا ترجمۂ قرآن ہندوستان اور پاکستان کے 50 سے زیادہ قرآن کے پبلشرز اس ترجمہ کو شائع کر رہے ہیں اور اس کی الحمدللہ ضرورت بڑھتی جارہی ہے اور اردو زبان میں سب سے زیادہ شائع ہونے والا ترجمۂ قرآن آپ ہی کا ترجمہ ہے۔ اس کے علاوہ اس ترجمہ کے انگریزی ترجمہ مختلف متراجم کئے ہوئے شائع ہورہے ہیں ساتھ ہی ساتھ بنگلہ، ڈچ، ترکی، ہندی، گجراتی، سندھی، بروہی، پنجابی اور پختون زبان میں بھی ترجمے شائع ہورہے ہیں۔ اس ترجمہ کو اگرچہ 110 برس سے زیادہ ہوچکے ہیں مگر اس کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ قارئین کرام تعجب کرینگے کہ آپ نے جب یہ ترجمہ کروانا شروع کیا تو اس وقت آپ کے سامنے نہ کوئی ترجمہ ہوتا نہ کوئی تفسیر نہ کوئی حدیث کی کتاب اور نہ کوئی لغت سامنے ہوتی اور چند (1½ گھنٹوں کی) نشتوں میں آپ نے یہ ترجمہ اپنے خلیفہ حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمی کو املا کروادیا۔ الحمدللہ! اس کے قلمی مسودے کا عکس احقر کے پاس موجود ہے اور راقم کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ راقم نے اس کنزالایمان پر 1993ء میں مقالہ لکھ کر Ph.d کی سند کراچی یونیورسٹی سے حاصل کی تھی۔ راقم کا یہ تھیسس 1999ء میں شائع ہوچکا ہے۔

**(4)**۔ امام احمد رضا نے شعر وشاعری میں بھی ملکہ حاصل کیا آپ نے صرف نعتیہ کلام لکھا اور آپ نے 3 زبانوں میں نعتیہ قصیدے لکھے۔ عربی، فارسی اور اردو آپ کا یہ کلام حدائقِ بخشش کے نام سے آپ کی حیات ہی میں شائع ہو گیا تھا البتہ کچھ حصہ آپ کے وصال کے بعد حدائقِ بخشش سوم کے نام سے شائع ہوا تھا۔ قارئینِ کرام! کو یہ پڑھ کر فرحت حاصل ہوگی کہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے مختلف پہلوؤں پر اب تک پاک وہند میں 8 سے زیادہ Ph.D کے مقالہ جات لکھے جاچکے ہیں جبکہ آپ کی نثری تحریر پر بھی تین Ph.D کے مقالے لکھے جاچکے ہیں۔ آپ دنیائے نعت کے اوّل اور شاید آخری نعت گو شاعر ہیں جس نے ایک نعت میں 4 زبانیں استعمال کی ہیں اور ہر مصرعہ میں دو دو زبانوں کا سہارا لے کر 9/ اشعار میں نعت لکھی ہے جس کا مطلع ہے:

لم یات نظیرك فی نظرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

اول مصرعے میں عربی اور فارسی کا ادھا ادھا مصرع جب کہ دوسرے مصرعے میں ہندی اور اردو زبان کا ادھا ادھا مصرعہ استعمال کیا ہے۔ دنیا میں ہزاروں نعت گو شعراء گزرے ہیں جن میں اکثر نعت گو شعراء کے مجموعہ شاید ایک دفعہ میں شائع ہوئے ہوں گے کچھ کے دو یا زیادہ اور چند کے

ممکن ہے 8۔10 / ایڈیشن شائع ہوئے ہوں مگر امام احمد رضا کے نعتیہ کلام کے ایڈیشن کا کوئی کیا شمار کرے کہ 120 سال سے شائع ہورہے ہیں اور ہر پبلشر اس کو شائع کر رہا ہے پھر بھی اس کی ڈیمانڈ میں کمی نہیں آتی اس لیے راقم یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ دنیائے نعت میں اگر کسی کا کلام اتنا شائع ہوچکا ہے کہ اس کا شمار نہیں کیا جاسکتا تو وہ صرف احمد رضا کا کلام حدائق بخشش ہی ہوگا اور یہ کلام صرف شائع نہیں ہوا بلکہ اتنی ہی کثیر تعداد میں پڑھا بھی جاتا ہے۔ آپ اندازہ لگائیں 120 سال سے زیادہ یہ کلام ہر نعت، میلاد کی محفل میں پڑھا جاتا ہے اور ربیع الاوّل میں اس کے پڑھنے کا کون حساب لگاسکتا ہے اور سب سے بڑا اعزاز اس کلام کو یہ بھی حاصل ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں بھی میلاد کی محفل جب ختم ہوتی ہے تو آخر میں مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام کے الفاظ ضرور پڑھے جاتے ہیں۔ اندازہ کریں ہندوستان، پاکستان میں کتنی مساجد ہوں گی جہاں جمعہ کی نماز کے بعد امام احمد رضا کا یہ کلام پڑھا جاتا ہے۔ آپ کا لکھا ہوا یہ نعت کا شعر آپ پر صادق آتا ہے

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

**(5)۔ امام احمد رضا کے تلامذہ / منظر اسلام کے تلامذہ کا تعلیمات رضا کے فروغ میں حصّہ:**

امام احمد رضا نے بریلی شریف میں 1322ھ میں مدرسہ منظر اسلام قائم فرمایا اور جلد ہی اپنی قلمی مصروفیات کے باعث اپنے منجھلے بھائی مولانا حسن رضا کو اور ان کے وصال کے بعد اپنے بڑے صاحبزادے کو مدرسہ کا مہتمم اعلیٰ بنایا۔ ابتداء میں چند طلباء کو تفصیلاً پڑھایا اور بعد میں صرف دورۂ حدیث کے طلباء کو پڑھایا۔ ساتھ ہی ساتھ اپنے چند تلامذہ اور خلفاء کو اپنے ساتھ دارالافتاء میں بھی باقاعدہ فتویٰ نویسی کی مشقیں کرائیں۔

ان میں چند نام مولانا مفتی حامد رضا خاں قادری، مفتی ظفرالدین قادری بہاری، مولانا برھان الحق جبل پوری، مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا محمد رضا قادری بریلوی، مولانا سید شاہ غلام صاحب بہاری، حکیم سید عزیز غوث وغیر ہم قابلِ ذکر ہیں۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کئی تلامذہ اور خلفاء نے برصغیر کے مختلف شہروں میں دارالعلوم قائم فرمائے اور اس کے بعد منظر اسلام کے بھی کئی فارغ التحصیل طلبہ نے ملک کے بیشتر شہروں میں دارالعلوم اور مدرسے قائم فرمائے، اکثریت نے اس دارالعلوم کے ساتھ امام احمد رضا کا نام شامل رکھا۔ ایسے دارالعلوم کی پاک وہند میں ایک طویل فہرست ہے جو امام احمد رضا کے نام پر رکھے گئے ہیں۔ پاکستان میں مولانا حامد رضا خاں قادری کے شاگردِ رشید و خلیفہ حضرت علامہ مولانا سردار احمد قادری رضوی نے 1950ء میں (لائل پور) فیصل آباد میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی جہاں پاکستان کے تمام نامور علماء ومفتیان فارغ ہوئے اور انھوں نے پورے پاکستان میں مدارس کا جال پھیلا دیا ان میں سرِ فہرست مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی ہیں جنھوں نے لاہور میں جامعہ نظامیہ رضویہ کی بنیاد رکھی اور یہ سلسلہ پورے پاکستان میں پھیلا ہوا ہے۔ کراچی میں مولانا مفتی ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ نے دارالعلوم امجدیہ رضویہ کی بنیاد رکھی جامعہ اویسیہ رضویہ۔ بہاولپور (حضرت غلام محمد فیض احمد اویسی رضوی) الحاصل سینکڑوں مدارس امام احمد رضا کے تلامذہ اور بعد کے شاگردوں نے قائم کئے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

**(6)۔ تعلیماتِ رضا کے فروغ میں پاکستان میں قائم اداروں کا جائزہ:**

قیامِ پاکستان کے بعد اوّل مدارس کے ذریعہ ہی تعلیماتِ رضا کا فروغ جاری رہا مگر 70 کی دہائی میں مولانا حکیم

موسیٰ امرتسری نے لاہور میں مجلس رضا کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس میں تسلسل کے ساتھ امام احمد رضا کے رسائل اور امام احمد رضا پر لکھے گئے مقالات کے شائع ہونے کا سلسلہ شروع ہوا۔

اور ان تمام شائع شدہ سینکڑوں رسائل کو جو ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوئے نہ صرف ملک میں بلکہ انڈیا، بنگلہ دیش اور جہاں، جہاں اردو بولنے والے اہلِ ذوق موجود تھے مولانا امرتسری نے ڈاک کے ذریعہ اس لٹریچر کو ان تک پہنچایا جس کے باعث اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلباء میں بھی امام احمد رضا کی شخصیت مقبول ہوتی گئی اور وہ حضرات جو امام احمد رضا سے بہت متعارف نہ تھے یا صرف ان کو شاعر کی حیثیت میں جانتے تھے اس مجلسِ رضا کی 10 سالہ کاوش نے امام احمد رضا کو اور ان کی تعلیمات کو عوام الناس کے ساتھ ساتھ عوام الخواص میں متعارف کروانے میں بہت بڑا کردار ادا کیا۔

کراچی میں 1400ھ / 1980ء میں حضرت علامہ مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمہ نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی دہلوی کی معاونت سے ایک تحقیقی ادارہ بنام ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا قائم کیا۔ اس تحقیقی ادارے نے چند سالوں میں ہی اہلِ تحقیق کو اپنی طرف متوجہ کرلیا اور پاکستان کی اکثر جامعات کے اندر اساتذہ کرام ادارہ کی تحقیقی کاوشوں کے باعث امام احمد رضا کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے امام احمد رضا کے مختلف علوم وفنون پر تحقیق کا سلسلہ شروع کیا۔ یہاں تک کہ 1986ء سے امام احمد رضا پر Ph.D، M.Phil کے مقالات لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ تحقیقی مقالات نہ صرف پاکستان کی جامعات میں بلکہ انڈیا، بنگلہ دیش کی جامعات میں بھی شروع ہوگئے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ سلسلہ اور آگے بڑھا اور 2000ء کے بعد یہ تحقیقی مقالات لکھنے کا سلسلہ عرب کی جامعات تک پہنچا۔ جامعہ دمشق، جامعہ بغداد، جامعہ الازھر جیسی جامعات میں بھی سلسلہ شروع ہوگیا۔

قارئین کرام کے لیے یہ بات شاید قابل یقین نہ ہو کہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی کاوشوں کے باعث امام احمد رضا پر اب تک 50 سے زیادہ مختلف عنوانات پر پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کی جامعات میں Ph.D کے مقالات پیش کرکے سندیں حاصل کی جاچکی ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ ادارے کا ٹارگٹ 100Ph.D کرانے کا ہے۔ راقم کی معلومات کے مطابق کسی ایک شخصیت پر اس کے علمی ورثہ پر آج تک اتنی بڑی تعداد میں Ph.D، M.Phil کے مقالات نہیں لکھے گئے جتنے امام احمد رضا پر اب تک لکھے جاچکے ہیں۔ ممکن ہے کہ گینز بک میں امام احمد رضا یوں شامل ہوجائیں کہ وہ شخصیات جس پر اب تک سب سے زیادہ Ph.D کے مقالے لکھے گئے ہیں وہ امام احمد رضا خاں بریلوی ہیں یہ ساراCredit ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کو جاتا ہے جس نے پچھلے 30 سالوں میں محققین اوراسکالرز سے تعاون کرتے ہوئے ان کو Ph.D کے مقالات لکھوانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس کے علاوہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے ہر سال 1980ء تا حال سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد جاری رکھا جس میں خصوصیت سے اہل علم حضرات اور دانشورانِ ملّت اور مستقبل کے معمار طلبہ کو دعوت دی جاتی ہے ساتھ ہی ساتھ سالانہ کانفرنس کے موقع پر سالانہ ''معارفِ رضا'' کے نام سے ایک ریسرچ جریدہ کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور 2000ء سے ماہنامہ معارفِ رضا کو جاری کرکے تعلیماتِ رضا کو عوام تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ ادارے نے امام احمد رضا کی کئی غیر مطبوعہ کتب کی اشاعت کی اور ان کے عربی اور انگریزی زبانوں میں ترجمہ کروا کر بھی شائع کئے۔

اس تمام لٹریچر کو جامعات، کالج اور دیگر پبلک لائبریریوں تک بھی پہنچایا تاکہ عوام زیادہ سے زیادہ امام احمد رضا کے افکار سے روشناس ہوسکیں۔

## عرب دنیا میں پیغام:

عرب کی دنیا میں امام احمد رضا کو متعارف کروانے کے لیے عربی میں کام کی سخت ضرورت تھی جس کو جناب مولانا مفتی محمد اسلم رضا الشیوانی نے داراھل السنۃ کا ادارہ قائم کرکے پورا کیا آپ نے پچھلے چند سالوں میں امام احمد رضا کے کئی عربی رسائل از سرنو ایڈٹ کرکے شائع کئے، کئی اردو رسائل کا عربی زبان میں ترجمہ کرکے شائع کیا اور سب سے بڑا کام یہ ہوا کہ امام احمد رضا کا امام عابدین شامی کی کتاب ردالمحتار پر 7 جلدوں پر مشتمل حاشیہ جدالممتار کے نام سے عربی زبان میں شائع کیا جس کے باعث عرب کی دنیا میں امام احمد رضا پہلے کی طرح متعارف ہوگئے یہ 7 جلدوں پر مشتمل فقہی حاشیہ بیروت سے شائع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اگلے عشرے میں امام احمد رضا کی کثیر تصنیفات عربی زبان میں عرب دنیا سے شائع ہوجائینگی اور تعلیماتِ رضا سے عرب دنیا مکمل ہم آہنگ ہوجائے گی۔

ایک سو سال گزر جانے پر امام احمد رضا کے متبعین ومتوسلین ومحبین نے تعلیماتِ رضا کو خوب خوب فروغ دیا اور دورِ حاضر میں اہلِ سنّت کی پہچان اور نشانی بنادی ہے۔ امام احمد رضا کا نام اور کام اہلِ سنّت کی کسوٹی بن گئی ہے جو اہلِ سنّت کے مذہب سے متفق ہوگا وہ امام احمد رضا کی تعلیمات سے مکمل متفق ہوگا اور جو امام احمد رضا کے نظریات سے متفق ہوگا وہ یقینا مذہب اہلِ سنّت کا پیروکار ہوگا۔ امام احمد رضا نے جہاں مذہبِ حنفیت کو فروغ دیا وہیں طریقت میں قادریت کو بھی بہت زیادہ فروغ دیا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں جتنے بھی سلاسل قادریہ اس وقت فروغ پارہے ہیں ان سب میں امام احمد رضا کے خلفاء، خلفاء کے خلفا کی کثیر تعداد اس میں شامل ہے۔

اس ایک صدی کے بعد اب ضرورت ہے کہ مغرب کی دنیا میں بھی کام کیا جائے اور وہاں پر امام احمد رضا کی تعلیمات کو فروغ دیا جائے اس کے لیے امام احمد رضا کی تعلیمات کو جدید انگریزی زبان میں منتقل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ غیب سے انگریزی زبان کے لیے ایسا بندوبست کردے جیسا اس نے عربی زبان کے لیے محمد اسلم صاحب کو منتخب کرلیا ساتھ ہی دیگر مغربی زبانوں میں بھی لٹریچر کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے یوں کہیے کہ اگلے 100 سالوں میں دنیا کی بیشتر زبانوں میں بالخصوص انگریزی میں امام احمد رضا کی تعلیمات کو منتقل کیا جانا ضروری ہے۔

دورِ حاضر میں معیشت سب کی ضرورت ہے اور مغربی معیشت کے مقابلے میں اب اسلامی ممالک اسلامک بینکنگ اور دیگر معیشت کے شعبوں میں کام کررہے ہیں اور ممکن ہے کہ اگلے 20-25 سالوں میں ہم مسلمان کوئی اسلامک معیشت کا مکمل ماڈل پیش کرنے میں کامیاب ہوجائیں اس کے لیے جہاں 100 سال کے فقہائے کرام کی تعلیمات ہمارے لیے رہنمائی کرینگی وہیں تنہا امام احمد رضا کی تعلیمات جدید معیشت میں اہم رول ادا کرسکتی ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ فتاویٰ رضویہ کا وہ حصہ جو صراحتاً معیشت اور تجارت سے تعلق رکھتا ہے اس کو جلد از جلد جدید انگریزی اصطلاحات کے ساتھ ترجمہ کرکے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسلامک ممالک کے معیشت سے تعلق رکھنے والے حضرات امام احمد رضا کے ان افکار کا بغیر کسی تعصب کے گہرا مطالعہ کریں، سیمینار کروائیں ورک شاپ منعقد کریں اور تعلیماتِ رضا سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے دنیا کے سامنے اسلام کے معاشی نظام کو مؤثر انداز میں پیش کرکے اسلام کا علم بلند رکھنے میں اپنی خدمات انجام دیں۔

# ممتاز شخصیات کے پیغامات کی روشنی میں تعارف اعلیٰ حضرت

(1986ء تاحال سالانہ مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس سے ممتاز شخصیات کے پیغامات سے اقتباسات)

چوتھی قسط

**پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری**

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کو قائم ہوئے دو دہایاں مکمل ہورہی تھیں ادھر بیسوی صدی عیسوی ختم ہورہی تھی اور اکیسویں صدی کا آغاز ہوا جارہا تھا۔ راقم نے اپنی پرسنل ڈائری میں 31/دسمبر 1999ء کی آخری شام کا مختصر احوال تحریر کیا تھا جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ 31/دسمبر کو جمعہ کا دن تھا اور رمضان المبارک کا مہینہ 23 واں روزہ تھا اور یہ 1420ھ کا سال تھا۔ اس وقت راقم شعبہ ارضیات کا چیئرمین اور شعبہ پیٹرولیم کا بھی چیئرمین بنایا جاچکا تھا اور الحمد للہ 45سال کی عمر میں جامعہ کراچی کا مکمل پروفیسر بھی بنادیا گیا تھا اور جامعہ کراچی میں 22سال کی سروس مکمل ہوچکی تھی جب کہ ادارۂ تحقیقات میں راقم کی خدمات کو 18سال ہوگئے تھے اس وقت تک 15 معارفِ رضا کے سالانہ شمارے راقم کی ادارت میں شائع ہوچکے تھے جب کہ راقم کی 15 کتابیں بھی شائع ہوچکی تھیں اور 1999ء میں راقم کی سب سے زیادہ یعنی 6 کتابیں شائع ہوتی تھیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(1)۔ کنزالایمان اور دیگر اردو قرآنی تراجم Ph.D کا تھیسس، (ادارہ)
(2)۔ امام احمد رضا اور علمائے لاہور، (بتعاون پروگریسو بک، لاہور)
(3)۔ امام احمد رضا اور علماء ڈیرہ غازی خاں، (بتعاون رضا اسلامک سینٹر ڈی۔جی، خاں)
(4)۔ امام احمد رضا اور علمائے بلوچستان (بتعاون بزم عاشقان مصطفیٰ لاہور)
(5)۔ مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا، (ادارہ)
(6)۔ علامہ شمس بریلوی، (ادارہ)

1999ء کا سورج غروب ہوا روزہ کھولا اور اکیسویں صدی عیسوی کی پہلی شب کی مغرب کی نماز ادا کی اور ملک کے لیے ادارہ کے لیے اور عالم اسلام کی سربلندی کے لیے دعائیں کیں۔

نئی صدی عیسوی کی پہلی اور ادارہ کے 20ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس 14/مئی 2000ء کو بروز اتوار کراچی کے دھوراجی کالونی کے معروف کمیونٹی ہال رنگون والا میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت معروف عالم دین، امام احمد رضا کے خلیفہ اجل حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی قادری رضوی (م1954ء) علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی (م2003ء) علیہ الرحمہ جو اس وقت ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ تھے اور جمیعت علماء پاکستان کے سربراہ بھی تھے انہوں نے فرمائی۔ اس کانفرنس میں متعدد علمائے اہلِ سنّت نے شرکت فرمائی اور مقالات پیش کئے ان میں سے چند نام ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

(1)۔ صاحبزادہ سید حامد سعید شاہ کاظمی صاحب، (2)۔ حضرت علامہ غلام محمد سیالوی صاحب، (3)۔ حضرت علامہ مولانا مفتی احمد میاں برکاتی صاحب، (4)۔ شاہ فریدالحق قادری صاحب، (5)۔ علامہ شاہ تراب الحق قادری صاحب، (6)۔ پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبد اللہ قادری صاحب وغیرہ۔

شاہ احمد نورانی کے خطبۂ صدارت کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

''بر صغیر پاک وہند کی تاریخ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے احسانات سے بھری پڑی ہے، دنیا کے سارے اسلامی ملکوں میں یہ قابل فخر واعزاز صرف پاکستان کو حاصل ہوا کہ اس کی پارلیمنٹ نے انکار ختم نبوت کی بنیاد پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر قانون اور سیاسی طور پر دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ پاکستان کی پارلیمنٹ کے اس فیصلے میں امام احمد رضا کے ان فتاویٰ کو کلیدی حیثیت حاصل رہی جو انہوں نے فتنۂ قادیانیت اور فتنہ انکار ختم نبوت کے رد میں تحریر فرمائے تھے، میری معلومات کے مطابق پورے عالم اسلام میں امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے فتنہ قادیانیت کے خلاف سب سے پہلے فتویٰ صادر فرمایا''۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2001ء، ص71)

اس سال بھی ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی اسلام آباد برانچ نے محترم کے۔ ایم۔ زاہد کی سربراہی میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کرایا جس کے مہمانِ خصوصی آزاد حکومت جموّں وکشمیر کے صدر سردار ابراہیم خاں تھے جب کہ صدارت کی حیثیت سے ممتاز مذہبی وروحانی اسکالر، آستانہ عالیہ نقشبندیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر کے سجادہ نشین اور محی الدین اسلامی یونیورسٹی آزاد کشمیر کے چانسلر حضرت علامہ مولانا پیر علاؤالدین صدیقی شریک محفل تھے۔

حضرت پیر علاؤالدین صدیقی نے خطبہ صدارت میں فرمایا:

''امام احمد رضا کو ہر علم وفن میں مہارت حاصل تھی وہ نظم ونثر ہر دو میدانوں کے شہ سوار تھے ان کی ذات عشق رسول کا سرچشمہ اور ترجمہ قرآن کنزالایمان نہایت فصیح وبلیغ ہے۔ ان کی ذات ہی برصغیر میں عشق رسول کو پروان چڑھانے کا ذریعہ بنی، ایسی عظیم ہستی کی یاد میں کانفرنس انعقاد پر میں محترم جناب کے ایم زاہد صاحب چیئرمین ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا اور ان کی ٹیم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں''۔

سردار محمد ابراہیم خاں نے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کو امام احمد رضا کا فیضان کرا دیا:

''آپ نے دینی وملی کارناموں کے ساتھ ساتھ میدان سیاست میں بھی فکری رہنمائی کا کارنامہ انجام دیا آج میں یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ ملکِ پاکستان بھی امام احمد رضا ہی کا فیضان ہے''۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2001ء، ص74-73)

اسلام آباد میں کانفرنس کے موقعہ پر وہاں سے بھی مجلّہ شائع کیا گیا تھا اس میں بھی کئی اہم شخصیات کے پیغامات موصول ہوئے تھے اس میں سے بھی چند اقتباسات ملاحظہ کریں۔

الجامعۃ النظامیہ الرضویۃ لاہور کے مہتمم محترم المقام جناب مفتی عبدالقیوم ہزاروی نے امام احمد رضا کے فتاویٰ کو عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا قرار دیا آپ رقمطراز ہیں:

''آپ کے سینکڑوں تحقیقی رسائل کے علاوہ بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل ''العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ'' المعروف ''فتاویٰ رضویہ'' آپ کا بلند پایۂ تحقیقی شاہکار ہے۔ جو خزائن علمیہ اور ذخائر فقیہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی ہجری کا عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا ہے۔ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ کے زیر اہتمام دورِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ جدید انداز سے اس کی اشاعت ہو رہی ہے جس میں ایک اندازے کے مطابق 30 جلدیں بنیں گی، بلاشبہ یہ دنیا کا عظیم ترین فتاویٰ ہے''۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، اسلام آباد، 2000ء، ص10)

نئی صدی عیسوی پر ادارہ کی جانب سے بھی اپنے قارئین کو نیا تحفہ دیا گیا۔ پچھلے 20 سالوں سے معارفِ رضا کا سالنامہ شائع کیا جارہا تھا جو اردو، انگریزی اور چند عربی مقالات پر مشتمل ہوتا تھا۔ اکیسویں صدی کے آغاز پر مجلس منتظمہ میں یہ فیصلہ کیا کہ اب ہر سال معارفِ رضا اردو، انگریزی، اور عربی میں سالناموں کے طور پر علیحدہ علیحدہ شائع کئے جائیں گے چنانچہ آغاز کردیا گیا اور 2000ء میں پہلی مرتبہ، انگریزی اور عربی میں بھی معارفِ رضا کے سالنامے شائع ہوئے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی طے کیا گیا کہ ان سالناموں کے علاوہ اب جنوری 2000ء سے ماہنامہ معارفِ رضا اردو میں الگ شائع کیا جائے گا چنانچہ جنوری 2000ء میں پہلے شمارے کا اجرا ہوا۔ اس پہلے جریدہ کی ادارت بھی راقم کے سپرد رہی جبکہ نائب مدیر کی حیثیت سے ادارے کے آفس سیکریٹری جناب ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری کی خدمات حاصل کی گئیں ادارے کے صدر اس ماہنامہ معارفِ رضا کے چیف ایڈیٹر رہے آپ اپنے اداریہ میں اس ماہنامہ کی افادیت اور اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"گزشتہ کئی سالوں سے ہم سے یہ تقاضا کیا جارہا تھا کہ سالنامہ کے بجائے ماہنامہ کے طور سے نکالا جائے تاکہ عبقری الشرق کے افکار وخیالات اور تحقیقات وتصنیفات سے زیادہ سے زیادہ اور جلد از جلد استفادہ اہلِ علم کرسکیں۔ واضح ہو کہ "معارفِ رضا" کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ واحد علمی اور ادبی سالانہ مجلّہ ہے جو گزشتہ تقریباً 20 سال کے طویل عرصے سے محض ایک شخصیت کی حیات وکارناموں کے حوالے سے شائع ہورہاہے تو اس شخصیت کی عبقریت، اس کے علمی موضوعات کی وسعت اور تحقیقاتی مواد کے تنوع کا کیا عالم ہوگا؟ اس کا کچھ اندازہ معارفِ رضا کے مختلف شماروں کے مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے۔

انہی وجوہات کی بناء پر ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ جنوری 2000ء سے "معارفِ رضا" ماہنامہ علمی و ادبی مجلّہ کے طور سے شائع کیا جائے لیکن امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر (ہر سال صفر المظفر میں) اس کا سالانہ اجراء بطور سالنامہ حسب سابق جاری رہے گا"۔

(وجاہت رسول قادری، "اپنی بات"، شمارہ جنوری، 2000ء، ص5)

راقم نے بھی اس ماہنامہ معارفِ رضا کے لیے ایک سلسلہ بعنوان امام احمد رضا اور سائنس شروع کیا جس کا پہلا مقالہ بعنوان "امام احمد رضا اور پانی کی رنگت" جنوری کے شمارے میں شائع ہوا تھا یہ سلسلہ کئی ماہ جاری رہا۔ اس سال مالی دشواریوں کے باعث اور اشتہارات کم ملنے کے باعث سالنامہ معارفِ رضا اردو اور مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2000ء ایک ساتھ شائع کردیا گیا اس موقعہ پر پیغامات بھی زیادہ موصول نہ ہوئے جو پیغامات موصول ہوئے ان میں نمایاں شخصیات ائیر مارشل ریٹائرڈ عظیم داؤد پوتہ صاحب گورنر سندھ تھے جنہوں نے اپنے پیغام میں امام احمد رضا کی خدمات جلیلہ کو تحریکِ پاکستان میں دو قومی نظریہ کی روح قرار دیا آپ لکھتے ہیں:

"وہ عالم جس کی فکر و نظر اور قرطاس و قلم کا مرکز قرآن حکیم اور حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہو وہی داعی حق وصداقت ہوتا ہے بلاشبہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے ہی عالم تھے جنہوں نے مسلمانانِ عالم اور بالخصوص مسلمانان برصغیر پاک وہند میں ملی تشخص کو اجاگر کرنے اور دینی حمیت کو پیدا کرنے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔

امام احمد رضا کی مساعی جمیلہ نے برصغیر میں دو قومی نظریہ کی حقیقی روح پھونکی جس سے قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے عزم و ارادوں کو بڑی تقویت پہنچی اور حصول مملکت خداداد پاکستان ممکن ہوا۔۔۔ انہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں مسلمانوں کی رہبری کا فریضہ انجام دیا اور ساری عمر علم کی ترویج واشاعت میں گزاری"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2000ء، پیغام داؤد پوتہ، ص III)

اس مجلّہ اور معارفِ رضا سالنامہ 2000ء میں ایک اہم مقالہ عالمی شہرت یافتہ اسکالر کا بھی شائع ہوا، یہ مقالہ دکتور حسین مجیب المصری کا بعنوان "مولانا احمد رضا واللغة العربية" شائع ہوا اس مجلّہ میں راقم نے ادارہ کے سابق سرپرست اور دنیائے اردو کے عظیم محقق، دانشور، مقدمہ نگار اور شاعر جناب حضرت شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی کی 5000 ر اشعار پر مشتمل مثنوی "آفتابِ افکارِ رضا" کی پہلی قسط شائع کی گئی بقیہ اقساط دیگر ماہنامہ میں شائع ہوتی رہیں۔ راقم نے ایک موقعہ پر حضرت شمس سے صرف اتنا کہا تھا کہ حضرت آپ نے امام احمد رضا پر کوئی منقبت نہیں لکھی اس پر آپ نے فرمایا:

"جو منقبت میں پیش کروں گا وہ صرف چند اوصاف کا بیان نہ ہوگا بلکہ میں جو کچھ کہوں گا وہ صدہا اشعار پر مشتمل ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اعلیٰ حضرت کی چند خوبیاں ہوں تو ان کو چند اشعار میں بیان کر دیا جائے وہ تو ایک مجموعہ کمالات تھے کہ انسان بیان کرتے کرتے اور کہنے والے کہتے کہتے تھک جائے پھر بھی یہ کہا جائے گا کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ پس بیشمار خوبیاں چند اشعار میں کس طرح بیان کی جاسکتی ہیں۔ میں نے اب یہ ارادہ کیا ہے کہ اعانت اعلیٰ حضرت کے آپ کے علوم وفنون اور گرانمایاں تصانیف پر ایک منظوم تبصرہ پیش کروں گا اس کو آپ منقبت کہہ لیجئے گا یا منظوم تبصرہ! انشاء اللہ مثنوی معنون کے بحر میں یہ تبصرہ کچھ عرصے بعد آپ کی نذر کروں گا۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2000ء، کلیاتِ شمس، ص49)

قارئین کے ذوق کے لیے حضرت شمس کی کلیات سے "تعارفِ امام احمد رضا" کی منظوم کلام کی ایک جھلک ملاحظہ کریں:

بہر آغاز سرور و دلپذیر
بن گئی تحریر نغمہ، ہر صریر
ہر صدائے نغمہ ہے شیریں ادا
ساز کے پردوں سے آتی ہے صدا
اے فقیہہ بے عدیل و بے مثال
وصف تیرا اور زبانِ گنگ و لال
بحر رائق آپ میں رش حقیر
ایک ذرہ، سامنے مہر منیر
اے جہانِ علم و فضل و نامدار
کوہ تیرے سامنے ہے کاہ وار
علم وفن کا ایک طغرائے حسیں
ہیچ جس کے سامنے ارژنگ چیں
علم منقولات و مقعولات میں
ذکر کے قابل ہیں تیری رفعتیں
علم معقولات، منقولات سے
کیسے بڑھنے کی بھلا جرات کرے
پس علوم دین کا پہلے ذکر ہے
بس یہی تو انتخاب فکر ہے

(ایضاً، ص51-52)

## مجلہ امام احمد رضا کانفرنس 2001ء:

مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس کے بانی محترم جناب منظور حسین جیلانی جو ادارے کے فنانس سیکریٹری کے ساتھ ساتھ اُس وقت حبیب بینک لمیٹڈ کے سینئر وائس پریذیڈنٹ بھی تھے انہوں نے مجلّہ 2001ء کا یہ پیش لفظ بعنوان سخن ہائے گفتنی لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا اگرچہ وہ مجلّہ کے ناظم اعلیٰ تھے آپ نے پہلی مرتبہ اس سلسلے میں قلم اٹھایا اور ادارے کی 20 سالہ کاوشوں کو بہت عمدہ تحریر میں سمو دیا راقم اس میں سے چند اقتباس نقل کر رہا ہے۔ اس تحریر میں ایک طرف 20 سالہ

کارکردگی پر روشنی پڑے گی تو دوسری طرف ''منظور حسین جیلانی کے قلم سے نکلی ہوئی تحریر خود ان کی کارکردگی کی عکاس بھی ہوگی آپ رقمطراز ہیں:

''یوں تو گذشتہ 20 سال میں بہت سی علمی و تحقیقی پیش رفت ہوئی ہیں جن کا احاطہ ان محدود صفحات میں ممکن نہیں، لیکن بعض اہم کارناموں کا ذکر نئے احباب اور ادارہ کے وابستگان کے لیے ضرور دلچسپی کا باعث ہوگا۔ 1988ء میں پہلی بار پاکستان ٹیلیویژن کے انسائیکلوپیڈیا پروگرام میں امام احمد رضا کی حیات اور کارناموں پر ایک تحقیقی ویڈیو پروگرام نشر کیا گیا تھا۔ یہ پروگرام دراصل اعلیٰ حضرت پر پہلی ڈاکو منٹری تھی جو پبلک کے بے حد اصرار پر پی ٹی وی نے کئی مرتبہ نشر کی۔ اس پروگرام کی فلم بندی ادارے کے صدر جناب وجاہت رسول قادری نے بریلی شریف جاکر کروائی اور پی۔ٹی۔وی کے پروگرام پروڈیوسر جناب آصف انصاری کو مہیا کی۔ اسکرپٹ سے لے کر ایڈیٹنگ تک کے مرحلوں میں ادارے نے ہر طرح اس پروگرام میں معاونت کی۔ اس کے علاوہ ملکی اور غیر ملکی سطح پر تمام معروف بڑی لائبریریوں میں ادارے کی مطبوعات کے علاوہ امام احمد رضا کی پانچ سو سے زیادہ کتب عطیہ کی گئیں، جن میں قومی اسمبلی لائبریری، اسلام آباد، اسلامی نظریاتی کونسل لائبریری اسلام آباد، سندھ ہائی کورٹ بارلائبریری کراچی، مدینۃ الحکمت لائبریری، ہمدردیونیورسٹی کراچی، امریکن کانگریس لائبریری، خدابخش لائبریری پٹنہ (انڈیا)، رضا لائبریری رامپور (انڈیا)، جامعہ ازہر قاھرہ کی کلیات، اصول دین، عربی زبان ولغت، اردو زبان ولغت اور جامعہ عین الشمس قاھرہ کی شعبہ اردو فارسی اور عربی کی لائبریریاں قاھرہ کی عظیم لائبریری ''الثقافیہ'' وغیرہم شامل ہیں۔

پچھلے بیس سالوں پر محیط عرصہ میں ادارے کو یہ بھی اعزاز حاصل رہا کہ امام احمد رضا کانفرنس کے مہمانانِ خصوصی، صدارت کرنے والے اور مقالہ نگار حضرات میں حکیم محمد سعید، مولانا کوثر نیازی، ڈاکٹر فرمان فتحپوری، ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، ڈاکٹر منظور الدین احمد، جسٹس اجمل میاں، جسٹس قدیر احمد، جسٹس نعیم الدین اور ڈاکٹر عبد القدیر خان جیسی ذی علم اور بین الاقوامی شہرت یافتہ شخصیات شامل رہی۔ ان حضرات نے اپنے مقالات اور تقاریر میں اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور ان کے دینی وعلمی کارناموں پر ان نکات کو اٹھایا جو اس سے پہلے منظر عام پر نہ آسکے تھے۔ قارئین کرام! آپ ہم سے یقیناً اتفاق کریں گے کہ مندرجہ بالا شخصیات کی امام احمد رضا کانفرنس میں شمولیت بذات خود اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم نے اعلیٰ حضرت کی شخصیت پر دعوت فکر کا حلقہ صرف آپ کے معتقدین تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ ان سے فکر و نظر کا اختلاف رکھنے والی علمی شخصیات کو بھی شاملِ محفل کیا اس لیے کہ ہمیں یقین واثق تھا اور ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور ان کی فکر و نظر کا جو بھی تحمل اور غیر جانبداری سے مطالعہ کرے گا وہ متاثر اور مستفید ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا''۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2001ء، ص6-7)

2001ء کی سالانہ کانفرنس کا انعقاد 11/ اگست 2001ء کو کراچی کے ہوٹل ریجنٹ پلازہ میں ہوا جس کی صدارت صدر سندھ چیمبرز آف ایگری کلچر محترم جناب قمرالزماں شاہ صاحب نے فرمائی جب کہ مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے ایڈیشنل سیکریٹری وزارت تعلیم حکومت سندھ جناب پروفیسر انوار احمد زئی صاحب تھے، اس موقعہ پر مجلّہ امام احمد رضا کے لیے جن شخصیات کے پیغامات موصول ہوئے اور ہم نے شائع کئے وہ نام مندرجہ ذیل ہیں:

(1)۔ جناب معین الدین حیدر ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل و وزیرِ داخلہ، حکومتِ پاکستان۔

(2)۔ جناب جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خاں، سینئر جج وفاقی شرعی عدالت، حکومتِ پاکستان۔

(3)۔ جناب محمد صفدر صاحب گورنر پنجاب۔

(4)۔ جناب قمر الزماں شاہ۔

(5)۔ مسعود مظہر بیابانی، وائس ایڈمرل(ر) ڈائریکٹر بحریہ یونیورسٹی۔

(6)۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ آزاد، ڈائریکٹر جنرل ریسرچ اسلامی نظریاتی کونسل، حکومتِ پاکستان۔

ان پیغامات میں سے سب سے پہلے وفاقی وزیرِ داخلہ جناب لیفٹنٹ جنرل(ر) معین الدین حیدر کا انگریزی میں پیغام کا اقتباس ملاحظہ کریں:

"Imam Ahmad Raza appeared on the scene of the sub-continent in the most turbulent period of its history. He preached the lesson of unity of Muslim and peace and love for all human beings. He influenced the live of Millions of Muslims as well as others, who embraced Islam because of his words and deeds. He wrote number of books on Fiqah and other issues related to Islamic concept of "Education" His life and thoughts, still are source of inspiration and spiritual salvation for his followers.

His thoughts are highly relevant in the preset day context, when the government and the society are up against the sectarianism and related terrorism. Imam Ahmed Raza Conference being held at this juncture must play its due role in the promotion of peace and love among Pakistani and Muslim brother"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2001ء، ص10)

محترم جناب جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان سینئر جج شرعی عدالت نے اپنے پیغام میں امام احمد رضا کو برصغیر میں نشاۃ الثانیہ قرار دیا آپ رقمطراز ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات کی تبلیغ واشاعت کے ضمن میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی کاوشیں قابلِ تبریک ہیں کیونکہ برصغیر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ ان ہی افکار کی مرہونِ منت ہے"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2001ء، ص13)

گورنر پنجاب جناب محمد صفدر صاحب نے اپنے پیغام میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ ملاحظہ کریں:

" امام احمد رضا خاں بریلوی بلاشبہ چودھویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہہ، عالم دین، نعت گو، صاحب شریعت وصاحب طریقت بزرگ تھے۔ فاضل بریلوی ملّت اسلامیہ کے اس قافلے اور قبیلے میں شامل تھے جن کا اوڑھنا بچھونا درس و تدریس، مقصد حیات طریقت وشریعت کی پاسداری اور مطمع نظر ملک وملت اور دین کی خدمت تھا۔ یقیناً ایسی ہی ہستیاں سفینۂ رشدوہدایت کی نگہبان ہوتی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ دینِ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا پرچار کیا اور آپ کے سینے میں علوم ومعارف کا جو سمندر موجزن تھا اس سے تشنگان علم وادب نے پیاس بجھائی۔ آپ کے کلام کی شرینی، فکر کی پختگی، بیان حق میں دلائل کی ندرت، شائستگی اور حسن سلوک کا آج بھی زمانہ معترف ہے۔ امام احمد رضا خاں نے تفسیر، ترجمہ، حدیث، فقہ، فلسفہ، ریاضی، عقیدہ اور ایسے بے شمار علوم سمیت اپنی متعدد علمی، ادبی اور دینی تصانیف کے ذریعے ملت اسلامیہ کی جو خدمت کی ہے ان سے آج بھی پوری دنیا مستفید ہورہی ہے"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2001ء، ص14)

سندھ کے معروف زراعت کار محترم المقام جناب قمر الزماں شاہ صاحب جو سندھ اور فیڈریشن دونوں چیمبر آف ایگری کلچر کے چیئرمین تھے اپنے پیغام میں امام احمد رضا کو اسم بامسمہ قرار دیتے ہوئے اپنا خراج عقیدت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"امام احمد رضا دراصل اسم بامسمہ تھے وہ ہر علم وفن کے امام تھے۔ وہ صاحبِ بصیرت تھے، ماضی ان کے پیشِ نظر تھا اور اپنے زمانے سے آگے مستقبل میں دیکھتے تھے۔ وہ حقیقت میں ہر شعبۂ زندگی میں مسلمانوں کے رہنما تھے۔ شریعت وطریقت سے لیکر سیاست ومعیشت اور اصلاح معاشرہ تک زندگی کا کوئی رُخ ایسا نہیں ہے جس میں انہوں نے مسلمانوں کی رہبری ورہنمائی کا فریضہ انجام نہ دیا ہو۔ یہ بات میں بلاخوف وتردد کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں امام صاحب کی ذاتِ گرامی نہ ہوتی تو آج برِصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی علیحدہ مملکت پاکستان کا حصول مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوتا۔ وہ اس خطۂ ارض میں جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کے امین اور سیدِ عالم ﷺ سے وفاشعاری کے نشان مجسم ہیں"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2001ء، ص15)

اسلامی نظریاتی کونسل حکومتِ پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل ریسرچ سیکشن جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ آزاد صاحب نے اپنے مختصر پیغام میں امام احمد رضا کی علمی خدمات کے 3 نمایاں پہلو ذکر کئے ملاحظہ کریں:

"**اوّل:** آپ کا اردو ترجمہ قرآن کریم مسمیٰ کنزالایمان جس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ الفاظ قرآن کریم کے مفہوم سے قریب تر بھی ہے اور نہایت سلیس بھی۔ قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت معجزہ ہے۔ کوشش کی جانی چاہیے کہ قرآن کریم کا ترجمہ بھی نہایت فصیح وبلیغ زبان میں ہو۔ احمد رضا خاں کا اردو ترجمہ قرآن اس لحاظ سے بے حد قابلِ ستائش ہے۔

**دوم:** آپ کا مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ رضویہ، جو فتاویٰ عالمگیری کے بعد سب سے بڑا مجموعہ فتاویٰ ہے اور اس میں بعض نہایت مشکل فقہی مسائل پر فاضلانہ رائے پیش کی گئی ہے۔

**سوم:** آپ کا نعتیہ کلام جو حدائق بخشش کے نام سے مطبوعہ شکل میں دستیاب ہے۔ یہ نعتیہ کلام محض رسمی نعت نہیں، حُبِّ رسول سے مملوء دل سے نکلے ہوئے اشعار ہیں جو دلوں میں حُبِ رسول کا ولولہ بیدار کرتے ہیں۔ ان کے اشعار کو من جانب اللہ اس قدر تلقی بالقبول حاصل ہوئی ہے کہ وہ ہر محفل میلاد کا جزو اور سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہر جلسہ کا لازمی حصہ ہیں۔ مشیت ایزدی کچھ اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ برصغیر میں ذکر محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ذکر احمد رضا بھی زندہ رہے۔ ان کے مشہور اور ہر دلعزیز سلام:

مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

کی صدائے بازگشت برصغیر کی فضاؤں میں ہمیشہ کے لیے سنائی دیتی رہے گی"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2001ء، ص19)

### صد سالہ جشن دارالعلوم منظر اسلام 1322-1422ھ:

دارالعلوم منظر اسلام امام احمد رضا کی حیات میں بریلی شریف کی خانقاہ میں 1322/1904ء میں قائم ہوا تھا جس کے ابتدائی دو طالب علموں میں مولانا محمد ظفر الدین قادری بہاری اور مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی شامل تھے ان دو حضرات کی دستار بندی 1325ھ میں ہوئی تھی۔ اس مدرسہ کو قائم ہوئے جب 1422ھ میں 100 سال مکمل ہوئے تو منظر اسلام کے مدرسے میں ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ادارے کا وفد بھی شریک ہوا ادارے کے صدر صاحبزادہ وجاہت رسول قادری، ادارے کے آفس سیکریٹری ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، حضرت علامہ مولانا مفتی نصر اللہ افغانی اور حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی شریک ہوئے تھے۔

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے اپنا 21واں سالانہ معارفِ رضا "دارالعلوم منظر اسلام نمبر" کے نام سے شائع کیا جس میں پاک وہند کے 40 سے زیادہ اسکالرز اور محققین نے

مقالات دارالعلوم منظر اسلام کے حوالے سے لکھے تھے یہ سالنامہ 320 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس سالنامے کا اداریہ ''اپنی بات'' کے عنوان سے شائع ہوا پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری نے اس طویل اداریہ میں نہ صرف دارالعلوم منظر اسلام کی 100 سالہ تاریخ مرتب کی بلکہ 100 سالوں میں جو مختلف ممالک میں امام احمد رضا کے دارالعلوم کے فارغ طلبا نے خدمات انجام دیں اس کا بھی اختصار سے احاطہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مقالہ بعنوان ''امام احمد رضا اور منظر اسلام'' محققین کے لیے اہم دستاویز ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رضا کے ماہر تعلیم کے لحاظ سے کئی نکات قلمبند کئے ہیں اس میں سے چند ملاحظہ کریں:

(1)۔ تعلیم کا محور دینِ اسلام ہونا چاہیے۔
(2)۔ بنیادی مقصد خدا رسی اور رسول شناسی ہونا چاہیے۔
(3)۔ سائنس اور مفید علوم عقلیہ میں مضائقہ نہیں۔
(4)۔ ابتدائی طور پر عشقِ رسول کا نقش دل میں بٹھا دیا جائے۔
(5)۔ اساتذہ کے دل میں اخلاص و محبت اور قومی تعمیر کی لگن ہو۔
(6)۔ بری صحبت سے طلبہ کو بچایا جائے۔
(7)۔ تعلیمی اداروں کا ماحول پر سکون اور پر وقار ہو۔

سجادہ نشین بھیرہ شریف سرگودھا محترم جناب پیر محمد امین الحسنات شاہ ابن پیر محمد کرم شاہ الازہری اسلام آباد برانچ کے صدر جناب کے۔ ایم زاہد کے نام پیغام میں رقمطراز ہیں:

''برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد انگریزوں اور ہندوؤں کی مشترکہ کوشش تھی کہ ہر ممکن طریقہ سے مسلمانوں کی اسلامی شناخت کو ختم کیا جائے۔ اس ہدف کے حصول کے لیے مشہور برطانوی ماہر عمرانیات لارڈ میکالے نے جدید نظام تعلیم کا منصوبہ پیش کیا۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ اگر اس طرزِ تعلیم کے نتیجے میں مسلمانوں نے اپنا دین نہ بھی بدلا تو وہ راسخ العقیدہ مسلمان بھی نہیں رہیں گے۔ دوسری طرف ہندو انتہا پسند جماعتیں تشدد اور خوف وہراس کے نتیجے میں مسلمانوں کو زبردستی ہندومت قبول کرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ ان دونوں اقوام نے مسلمانوں کی اسلامی شناخت ختم کرنے کے لیے تحریص و تخویف کا جال بچھا رکھا تھا۔ دینی مدارس کے اوقاف ضبط کر کے انہیں ویران کرنے کی منصوبہ بندی کی گئی تھی تاکہ عام مسلمانوں کو دین کی تعلیم دینے والا کوئی نہ رہے۔

ان حالات میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ واحد مصلح اور مفکر تھے جنہوں نے مسلمانوں کی اسلامی شناخت کو درپیش چیلنجوں کا بروقت ادراک کر کے اسے عشقِ رسولِ مقبول ﷺ کی مضبوط، غیر فانی اور لاثانی ڈھال مہیا کی۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اگر اُس پر آشوب دور میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عشقِ رسول ﷺ کا علم بلند نہ کرتے تو نہ صرف مسلمانوں کا سیاسی وجود خطرے میں پڑ جاتا بلکہ ان کی دینی شناخت بھی اُس حادثہ کا شکار ہو جاتی جو اندلس میں پیش آچکا تھا۔''

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، اسلام آباد، 2000ء، ص12)

خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ بگھار شریف کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے روحِ رواں ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن محترم کے۔ ایم زاہد صاحب کے نام پیغام میں یوم رضا کو عشقِ رسول کا دن قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ضرورت ہے اس بات کی کہ یومِ رضا جو درحقیقت درسِ عشقِ رسول کا دن ہوتا ہے اس کے لیے سال کا کوئی ایک دن یا چند مقامات کا انتخاب نہ کیا جائے بلکہ سال بھر ملک کے مختلف شہروں میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ایسی محافل کا انعقاد کرے''

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، اسلام آباد، 2000ء، ص15)

### سالانہ مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2002ء:

22ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد 17/اگست 2002ء میں کراچی کے فائیو اسٹار ہوٹل ریجنٹ پلازہ میں ہوا

تھا جس کی صدارت صوبائی وزیر اوقاف و مذہبی امور حکومتِ پنجاب محترم جناب مفتی غلام سرور قادری صاحب نے فرمائی تھی جب کہ مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے وفاقی وزیرِ داخلہ حکومتِ پاکستان محترم جناب معین الدین حیدر صاحب تھے اس موقعہ پر 17واں مجلّہ امام احمد رضا بھی شائع ہوا جس کے ناظم اعلیٰ جناب منظور حسین جیلانی نے سخن ہائے گفتنی میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی انفرادیت کا ذکر کرتے ہوئے جن الفاظ میں اظہارِ خیال کیا وہ ملاحظہ کریں:

"جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ ادارے کے قیام سے قبل اعلیٰ حضرت سے منسوب چاہے محافل عرس ہوں، فکری اور اصلاحی نشستیں ہوں یا دیگر تقاریب، ان میں ایک بات مشترک ہوتی تھی اور وہ یہ کہ ان کے شرکاء محفل، مقررین، صدر مجلس اور مہمانانِ خصوصی کا تعلق صرف اور صرف اعلیٰ حضرت کے عقید تمندوں سے ہی ہوتا تھا۔ لہٰذا یہ طے کیا گیا کہ کیوں نہ اپنوں کے علاوہ ان شخصیات کو بھی اپنی کانفرنسوں اور تقاریب میں شرکت کی دعوت دی جائے جو یا تو اعلیٰ حضرت کی شخصیت سے صحیح معنوں میں متعارف نہیں یا ان سے فکر و نظر کا اختلاف رکھتے ہیں۔ حضرات آپ ہم سے اس جگہ اتفاق کریں گے کہ کسی ایسی محفل میں جس میں صرف اور صرف اعلیٰ حضرت کے عقید تمند ہی شریک ہوں، اس محفل میں آپ کی ذات گرامی کی تعریف و توصیف اور خدمات کے اعتراف میں جو کچھ نذرانہ عقیدت پیش کیا جائے قدر و قیمت میں وہ کم ہے لیکن امام احمد رضا سے فکر و نظر کا اختلاف رکھنے والے، ایک کثیر مجمع میں، آپ سے عقیدت کا اظہار فرمائیں اور اپنے خیالات، مقالات اور تقاریر میں آپ کی فکر و نظر کی تعریف کریں تو یہ بات قدر و قیمت میں انتہائی اہم ہو جاتی ہے اور اعلیٰ حضرت کے محبین کے لیے باعث مسرت بھی۔

اسی پس منظر میں ہم نے شہر کے ممتاز ہوٹلوں میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد شروع کیا اور ملک کی نامور شخصیات، محققین، مبلغین، دانشور حضرات، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ کے جج صاحبان کو دعوت دی جنہوں نے اعلیٰ حضرت سے فکر و نظر کا اختلاف رکھتے ہوئے بھی آپ کی دینی اور ملّی خدمات کو سراہا۔ قارئین کرام یہ ہمارا طریقۂ دعوت رہا تاکہ فکر اعلیٰ حضرت کو حکیمانہ انداز میں پیش کیا جائے اور ان کے خلاف پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے تارِ عنکبوت کے جالوں کی حقیقت واضح کی جائے"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2002ء، ص4)

اس مجلّہ میں جن اہم شخصیات کے پیغامات شائع ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں:

(1)۔ ڈاکٹر عبد القدیر خاں، (2)۔ معین الدین حیدر، (3)۔ سردار محمد سیاب خالد اسپیکر قانون ساز اسمبلی آزاد و جموں کشمیر، (4)۔ ڈاکٹر حبیب الرحمٰن ڈائریکٹر جنرل وزارت مذہبی امور اسلام آباد، (5)۔ پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال شعبہ اردو جامعہ کراچی۔ (6)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر سیرت اکیڈمی بلوچستان، (7)۔ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری، مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ اوکاڑہ، (8)۔ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج بہاولپور، (9)۔ محترمہ سعدیہ راشد صدر ہمدرد فاؤنڈیشن، (10)۔ جناب مظہر الحق صدیقی وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی۔

چند پیغامات عرب کے علماء کے بھی شامل اشاعت ہیں ان کے اسماء بھی ملاحظہ کیجئے یہ تمام پیغامات عربی میں ہیں:

(1)۔ الدکتور حسین مجیب مصری جامعہ عین شمس قاہرہ، (2)۔ الدکتور محمد عبد المنعم حفاجی جامعۃ الازہر قاہرہ، (3)۔ عبد العزیز ابو زہرۃ القاہرہ مصر، (4)۔ دکتور حازم محمد احمد محفوظ الازہر قاہرہ۔

اسپیکر قانون ساز اسمبلی آزاد جموں و کشمیر محترم جناب سردار محمد سیاب خالد صاحب نے امام احمد رضا کی دینی و ملّی خدمات کو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل بتایا آپ لکھتے ہیں:

''ان کے سیاسی نظریات قیامِ پاکستان کے لیے جذبہ محرکہ ثابت ہوئے انہوں نے مسلمانوں کی معاشی وفلاحی رہنمائی کی۔ مولانا برصغیر میں مسلم اقدار کی تقویت کا باعث بنے۔ ملک پاکستان کے قیام میں ان کی خدمات سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ نے برصغیر کے مسلمانوں میں دین اسلام کے فروغ اور سربلندی کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے سب سے زیادہ توجہ علم اور ہنر سیکھنے کی طرف مبذول کرائی۔ آپ نے مسلمانوں کو بینکنگ سسٹم قائم کرنے کا شعور دیا اس حوالے سے آپ کے دورسائل (1)۔کفل الفقیہ اور(2)تدبیر فلاح ونجات واصلاح قابلِ ذکر ہیں''۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس،2002ء، ص9)

جامعہ کراچی کے شعبہ اردو کے ایک سینئر استاد پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال صاحب نے امام احمد رضا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے عظیم ہستی قرار دیا آپ رقمطراز ہیں:

''برصغیر میں حدیث کا علم ابتدا ً امام صفانی کی کتاب مشارق الانوار سے آیا اور برصغیر کے عوام وخواص کو حدیث سے آگاہی ہوئی۔ اسی طرح برصغیر میں عشقِ رسول کی تحریک احمد رضا کی تصانیف سے بیدار ہوئیں۔ موصوف بحر العلوم تھے اور معقولات ومنقولات کا کون سا گوشہ ہے جس پر ان کی تحقیقانہ تحریر میں منارہ نور نہ بنی ہوں تاہم انہوں نے جس درجہ بصارت وبصیرت اور خردافزوں کے ساتھ مدحتِ رسول کی اور عشقِ رسول کی آگ سے ہر صاحب ادراک کے قلب کو گرمایا اور اپنی نظیر آپ ہے۔

قابل تحسین ہے وہ شخصیت کہ جس نے ہماری آنکھوں پر سے صدیوں کے پڑے ہوئے پردے ہٹائے اور ہمارے رخ کو کائنات کی اس عظیم ہستی کی طرف پھیر دیا کہ جو تخلیقِ کائنات کا سبب بنی''۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس،2002ء، ص11)

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف جو ان دنوں بہاولپور کے گورنمنٹ کالج میں شعبہ اردو کے سربراہ تھے انہوں نے اپنے پیغام میں امام احمد رضا کی فکر کو مومن کی گمشدہ میراث بتاتے ہوئے کئی پہلو سے آپ کی خدمات کا جائزہ لیا اور مختصر پیغام میں زبردست خراج عقیدت پیش کیا آپ رقمطراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے افکار اور ان کے مشن کی ترویج واشاعت، ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے لیے وقت کا اہم تقاضا ہے۔ اس ضمن میں آپ کے ادارے کی مساعی یقیناً قابلِ تحسین ہیں۔ ارکانِ ادارہ نے انتہائی خلوص اور محنت سے حضرت مسعودِ ملّت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کی رہنمائی میں حقائق کو ایسے پُروقار، دل نشیں اور محبت بھرے دھیمے انداز میں پیش کیا کہ اب بیگانے بھی یگانہ بن رہے ہیں۔ تاریخ کی غلطیوں کا اعتراف کیا جارہا ہے کہ ہندو مسلم، بھائی بھائی کا نعرہ لگانے والوں کے مقابلے میں دو قومی نظریے کی راہ دکھانے والے قافلۂ عشاق کے رہنما اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی مومنانہ فراست کے حامل تھے۔ اب یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اُس فکرِ صحیح کی نشاندہی کی، جس کی بنیاد پر سنّی کانفرنس کا انعقاد ممکن ہوا، اور یہ ان ہی کے ہم خیال علماء ومشائخ تھے جنہوں نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ اب دنیا اس نتیجے پر پہنچ چکی ہے کہ سرزمینِ نجد سے اٹھنے والے طوفان کا بطلان ضروری تھا، جس نے مسلمانوں کے دلوں سے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نکالنے کی سازشوں کو عملی جامہ پہنایا۔ جس نے مسلم اُمّہ کو روحانی اور جغرافیائی اعتبار سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ ترکِ دنیا کا مشورہ دینے والوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی معیشت کی بحالی کا بے مثال منصوبہ پیش کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قدیم علوم کے سات ساتھ جدید علوم پر مہارت تامہ حاصل کرکے اس بات کا

عملی ثبوت دیا کہ حکمت، مومن کی گم شدہ میراث ہے۔
غرض یہ کہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے ہر جہت میں مسلمانوں کی رہنمائی کا حق ادا کیا۔ آج عالم اسلام کی بدبختی کا یہی علاج ہے کہ دین کی صحیح فکر کو فروغ دیا جائے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے تحت زبان و قلم کا جو جہاد کیا جارہا ہے وہ ایسا انقلاب آفریں قدم ہے جس کی مسلم اُمّہ کو اشد ضرورت تھی۔ ادارے کے لیے دعا گو ہوں کہ اس کی مساعی کے نتیجے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پیامِ عشق عام ہو کر مسلمانوں کی سربلندی کا سبب بن جائے"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2002ء، ص14)

حکیم محمد سعید دہلوی بانی ہمدرد فاؤنڈیشن و ہمدرد یونیورسٹی کراچی کی صاحبزادی محترمہ سعدیہ راشد جو حکیم محمد سعید کی شہادت کے بعد ادارے کی سربراہ مقرر ہوئیں انہوں نے اوّل ہر سال جو اشتہار ادارے کو حاصل ہوتا تھا اس کو جاری رکھا اور ساتھ ہی 2002ء میں آپ نے اپنے پیغام میں امام احمد رضا کی خدمات کو سراہا، ملاحظہ کریں آپ کے پیغام کا اقتباس:

"مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے امتیازات اور دینی خدمات کے صدہا عنوانات میں ایک اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں میں راسخ الاعتقادی پیدا کی وہ راسخ الاعتقادی جس کو مقرب بنیاد پرستی کہتی ہے۔

امام احمد رضا کی عظیم ترین خدمت میں ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو الحاد، بے دینی اور لبرل اسلام جیسے فتنوں سے بچایا اور دین کا تصور محکم عطا کیا۔ انہوں نے فکر و اعتقاد کی پختگی کی روشن روایات کو فروغ دیا اور یہ بتایا کہ دین اللہ پر اور اس کے رسول پر غیر متزلزل ایمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اتباع، اور ان پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے جذبۂ لافانی کا نام ہے۔ مسلمان اپنے اسی طرزِ فکر و اعتقاد کی بنا پر آج بھی ناقابلِ تسخیر ہیں"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2002ء، ص19)

## مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2003ء:

23ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کے موقعہ پر 18واں مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس پر شائع کیا گیا یہ کانفرنس 26/اپریل 2003ء/ 1424ھ کو ھوٹل ریجنٹ پلازہ کے ہال کوہ نور میں منعقد کی گئی جس کی صدارت اس وقت کے وفاقی اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر محترم المقام جناب پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی نے فرمائی جب کہ صوبائی وزیرِ داخلہ حکومت سندھ جناب سید سردار احمد صاحب نے بحیثیت مہمانِ خصوصی شرکت فرمائی۔ اس موقعہ پر مجلّہ میں شائع ہونے والے پیغامات مندرجہ ذیل شخصیات کے تھے:

(1)۔ جناب عرفان اللہ خاں مروت، صوبائی وزیر تعلیم حکومت سندھ۔
(2)۔ پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی، وائس چانسلر اردو یونیورسٹی۔
(3)۔ جناب نعمت اللہ خاں، سٹی ناظم کراچی۔
(4)۔ جناب مجید نظامی، مدیر روزنامہ نوائے وقت، کراچی۔
(5)۔ سید مصطفیٰ علی بریلوی، صدر آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی۔

اس سے قبل کہ مختلف شخصیات کے پیغامات میں سے چند اقتباسات پیش کروں اس مجلّہ میں شائع ہونے والے ایک بہت ہی اہم مقالہ کی نشاندہی کرتا چلوں یہ مقالہ ڈیرہ غازی خاں کے رضا اسلامک سینٹر کے ڈائریکٹر جناب محترم المقام ڈاکٹر محمد مالک جو ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں انہوں نے بعنوان "امام احمد رضا اور میڈیکل سائنس" ہمیں معارفِ رضا میں اشاعت کے لیے ارسال کیا تھا۔ معارفِ رضا کا سالنامہ کیونکہ پریس میں جاچکا تھا اس لیے اس کی اہمیت اور افادیت کے لیے اس کو مجلّہ میں ہی شائع کردیا گیا۔ یہ مقالہ امام احمد رضا کی میڈیکل سائنس پر گرفت کو ظاہر کررہا ہے آپ کو بھی پڑھنے کے بعد حیرت ہوگی کہ ایک

عالمِ دین، فقیہہ، مفسر، محدث میڈیکل سائنس پر بھی بھرپور دسترس رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر مالک صاحب کے مقالے کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

"مفکر اسلام علامہ امام احمد رضاخاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے میڈیکل سائنس کے مشکل اور مخصوص شعبوں پر کلام کیا ہے اور بڑی وضاحت کے ساتھ اور اسلامی سرحدوں کے محافظ کی حیثیت سے یہاں تک ثابت کیا ہے کہ سائنس کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کا قرآن وحدیث میں مفصل یا اشارۃً کوئی ذکر موجود نہ ہو۔ نیز مفکر اسلام نے مریض کی عیادت دیکھ بھال کے اس عالمی پیغام محبت کو اپنی قابلِ قدر تصانیف میں بڑی شدومد سے واضح کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ مریض سے محبت اور حسن سلوک اسوۂ حسنہ کی ایسی بینظیر مثالیں ہیں جسے کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کرسکتا اس کے بعد ڈاکٹر مالک صاحب نے امام احمد رضا کے کئی رسائل کا تعارف کرایا جس میں امام احمد رضا کی میڈیکل سائنس پر دسترس ثابت ہوئی ہے ان رسائل میں چند اہم نام ضرور ملاحظہ کریں اور ممکن ہو تو ان کا مطالعہ بھی کریں:

(1)۔ الصمصام علی مشکك فی آیة علومِ الارحام، 1315ھ، بنیادی طور پر الٹرا ساؤنڈ تھیوری پر مشتمل رسالہ۔

(2)۔ الحق المجتلیٰ فی حکم المبتلیٰ، امام احمد رضا نے جذام کی بیماری کو غیر متعدی قرار دیا اور قابلِ علاج قرار دیا۔

(2)۔ تیسیر الماعون لسکن فی الطاعون، طاعون زدہ لوگوں کا علاج بتایا اور ان سے حسنِ سلوک کی تعلیم دی۔

اس سال مجلّہ میں شائع ہونے والے پیغامات میں سے چند پیغامات کے اقتباسات ملاحظہ کریں۔

سب سے پہلے صوبائی وزیر جناب عرفان اللہ مروت کے پیغام کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں آپ رقمطراز ہیں:

"امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی جامع العلوم، ہمہ جہت، عبقری شخصیت کا نام ہے جس کی زندگی کے کسی پہلو کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے جہاں فقہ اور دیگر شرعی مسائل پر سیر حاصل بحث کیں اور اہم تصانیف تالیف کیں وہیں ان کی علمی بصیرت افروز نگاہ نے اپنے زمانے میں جدیدیت اور سائنس کے نام پر اسلام میں درآنے والی لغویات اور بدعات کو بھی بھانپا اور نہ صرف ایسے مضامین تحریر کیے جن کی اہمیت اور تازگی روزِ اول کی طرح آج بھی تازہ ہے بلکہ انہوں نے عملی میدان میں بھی باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2003ء، ص9)

پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی جو اگرچہ علوم الابدان کے پروفیسر ہیں مگر ادب میں بھی آپ کا ایک مقام ہے اور دورِ حاضر کے اچھے معروف شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں آپ نے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے اپنے پیغام میں جو تعریف وتوصیف فرمائی وہ ملاحظہ کریں:

"مولانا احمد رضا خاں سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے انہوں نے اردو ادب میں صنف نعت کو اس مقام پر پہنچادیا کہ ان کے سامنے سرو قد شعراء بھی چھوٹے چھوٹے پودوں کی صورت نظر آتے ہیں۔ اردو قصائد میں ان کا قصیدہ معراجیہ ان کی شاعری کا کمال ہے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر جو نعتیہ اشعار ان سے قلم زد ہوئے تو خود انہیں بھی اس بات کا اندازہ نہیں ہوگا کہ اردو شاعری کے کن اعلیٰ مقامات کو چھو کر آگے بڑھ گئے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل یقیناً قابلِ تحسین ومبارک باد کا مستحق ہے جو نہ صرف مولانا احمد رضا خاں کی عبقری شخصیت پر تحقیق اور ان کے علم وفن کی تبلیغ وترجیح کا کام نہایت احسن طریقے سے انجام دے رہا ہے بلکہ ادارے کی طرف سے مولانا احمد رضا خاں پر Ph.d کرنے والوں کو امام احمد رضا گولڈ میڈل ریسرچ ایوارڈ بھی دیا جاتا ہے"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2003ء، ص10)

امام احمد رضا پر جماعتِ اسلامی کے سٹی ناظم کراچی جناب نعمت اللہ خاں نے اپنے پیغام میں جامع العلوم شخصیت قرار دیا آپ نے ایک طویل پیغام بھیجا جس کے دو پیراگراف بہت اہم ہیں ملاحظہ کریں:

''امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی شخصیت کے دو روشن پہلو ہیں۔ ایک ان کا علم ہے دوسرا ان کا تصور عشق، امام احمد رضا کے دونوں رخ حسین ترین ہیں۔ وہ ایک جامع العلوم شخصیت تھے۔ علوم وفنونِ قدیمہ وجدیدہ کی کون سی فرع تھی جس پر ان کو دسترس حاصل نہیں تھی۔ فقہ، تفسیر، حدیث، علمِ کلام، شعر وادب صرف ونحو، تاریخ وسیر، فلکیات، ہیئت، ریاضیات، طبیعات، کیمیا، ہندسہ، جفر، فلسفہ وطب وغیرہ، غرض ستّر (70) سے زیادہ علوم وفنون پر مہارت رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ عربی، فارسی، اردو اور ہندی زبانوں پر مکمل عبور تھا۔ قلم رواں تھا، تحریر فصاحت وبلاغت اور علمی وجاہت کا نمونہ تھی۔ عرب وعجم کے علماء نے اس کی تعریف کی ہے۔ امام صاحب نے ہر موضوع پر لکھا ہے اور تصانیف کا ایک بڑا خزانہ ورثہ میں چھوڑا ہے۔ جس سے انشاء اللہ تعالیٰ اہلِ علم ودانش استفادہ کرتے رہیں گے۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کا طرّہ امتیاز ہے۔ ان کی منثور اور منظوم تحریروں میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ کا ایک عظیم کارنامہ انگریز اور ہندوؤں جیسی اسلام دشمن قوم سے نجات کی راہ کی طرف رہنمائی اور راہبری اور قومی نظریہ کی تبلیغ ہے۔ یہ امام احمد رضا کی بروقت اور صحیح رہنمائی ہی کا نتیجہ تھا کہ بحمد اللہ، آج ہم آزاد مملکتِ خداداد پاکستان میں امن وچین سے زندگی گزار رہے ہیں۔ امام احمد رضا ہمارے عظیم محسن ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اس عظیم محسن کو یاد رکھیں''۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2003ء، ص12)

آخر میں ملاحظہ کریں آل پاکستان ایجوکیشن کونسل کے سربراہ اور عمر رسیدہ علمی شخصیت سید مصطفیٰ علی بریلوی کا ایک اہم پیغام جو پیغام سے زیادہ ان کی اور ان کے اباؤاجداد کی اعلیٰ حضرت سے نیاز مندی سے متعلق چند یاد داشتیں ہیں آپ رقمطراز ہیں:

''امام احمد رضا کانفرنس 2003ء کے واسطے آپ نے پیغام طلب فرمایا ہے یہ امر میرے واسطے موجب مسرت اور سعادت ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے خاندان کی وابستگی خاصی قدیم ہے۔ میرے والد مرحوم ومغفور کے حقیقی ماموں مولوی سید ایوب علی رضوی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے تقریباً 25/ سال پیش کار رہے تھے۔ وہ آں مرحوم کے گہرے عقیدت مند اور مرید تھے۔ مولوی ایوب علی دینی خدمات پر مبنی انمول قیمتی سرمایہ لاہور لانے میں کامیاب ہوئے۔ پھر یہ مواد / لوازمہ قریب قریب سب شائع ہوگیا اور ہماری نئی نسل کی ذہنی اور علمی بالیدگی میں اپنا رول ادا کر رہا ہے۔

میرے چچا سید الطاف علی بریلوی اعلیٰ حضرت کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان کا آنکھوں دیکھا حال اخبارات ورسائل میں شائع ہوچکا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ بریلوی مکتبۂ فکر کو سنجیدگی کے ساتھ اسلامی یکجہتی کے واسطے کم استعمال کیا جارہا ہے۔ اعلیٰ حضرت شرک وبدعت کے سخت مخالف اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھے۔ یہی تعلیم وہ اپنے متبعین کو دیتے تھے اور آج بھی یہ سلسلہ بحمد اللہ جاری ہے۔

''العلم'' سہ ماہی میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین مسلسل شائع کر رہا ہے اور ہر مکتبۂ فکر کے لوگ ان کو پسند کر رہے ہیں۔ ''معارفِ رضا'' میں شائع ہونے والے لٹریچر سے توقع ہے کہ اتحادِ ملّت کی تحریک کو فائدہ پہنچے گا اور استحکامِ پاکستان کی مہم میں مدد ملے گی۔ وما علینا الا البلاغ۔''

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2003ء، ص19)

## مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2004ء:

24ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہوٹل ریجنٹ پلازہ کراچی میں 17/ اپریل 1425ھ / 2006ء میں

ہوا جس کی صدارت صوبائی وزیر ریونیو حکومت سندھ جناب امتیاز اے شیخ صاحب نے کی اور مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے جامعہ کراچی کے رئیس کلیہ فنون پروفیسر ڈاکٹر ابو ذر واجدی صاحب نے شرکت فرمائی اس موقع پر کئی مقتدر شخصیات کے پیغامات ادارے کو موصول ہوئے جو مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2004ء میں شائع کئے گئے ان میں اہم شخصیات کے پیغامات کے چیدہ چیدہ اقتباسات ملاحظہ کریں۔

سب سے پہلے حضرت علامہ مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد دہلوی نقشبندی مجددی مظہری کے پیغام کا اقتباس ملاحظہ کریں۔ حضرت جامعہ مسجد فتحپور دہلی کے شاہی امام و خطیب و مفتی ہیں اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی دہلوی کے سگے بھتیجے ہیں اور عربی ادب میں Ph.D ہیں۔ آپ نے اپنے طویل پیغام میں امام احمد رضا بریلوی کے کئی گوشوں پر گفتگو فرمائی ہے۔ امام احمد رضا کے ساتھ ساتھ برصغیر کی ایک اور اہم روحانی شخصیت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا تذکرہ بھی کیا ہے اور ان دونوں کے افکار کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"حضرت مجدد الف ثانی امام العالم ہیں اور حضرت مجددِ دین وملت امام الشرق والغرب ہیں، ان حضرات کی تصانیف، مکتوبات اور ملفوظات میں دین و دنیا کے خزانے پنہاں ہیں۔ آج ہم سب کو ان سے وابستہ ہونے اور ان کی عظمتوں کو دل میں رچانے بسانے کی ضرورت ہے۔ ان کی کرنوں سے فیض پانے والے ان کے مریدین اور خلفاء ان کے تلامذہ اور رفقاً آج ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اہلِ سنّت کی عظیم خدمات کے لیے منتخب فرمایا۔ موجودہ صدی کے مرشدِ برحق حضرت مسعود ملّت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں آج انٹرنیشنل سوسائٹی میں اپنا اثرورسوخ قائم کرچکی ہے۔ ادارے کی سعادت ہے کہ اسے روز اول سے ہی مخلص اکابر کی عنایات اور توجہات حاصل رہیں اور آج آپ (علامہ سید وجاہت رسول قادری) کی نگرانی میں یہ ادارہ عرب و عجم کا منفرد و ممتاز ادارہ ہے"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2004ء، ص13)

پروفیسر ڈاکٹر ابوزرواجدی جو جامعہ کراچی میں رئیس کلیہ فنون تھے اور شعبہ سیاسیات کے سابق چیئرمین بھی رہے آپ علم سیاسیات کی روشنی میں مطالعہ کے بعد اپنے پیغام میں یہ لکھنے میں حق بجانب ہوئے کہ امام احمد رضا نے اسلامی سیاسی افکار اور اسلامی نظمیات عامہ میں بھی احکامِ شرعیہ کے استنباط کا ایک مربوط نظام دیا آپ رقمطراز ہیں:

"امام احمد رضا کی بے مثل خدمات کے اجمالی تعارف کے بعد میں اس حقیقت کی طرف توجہات محققین کے لیے مبذول کروانا اپنا فرض اولین سمجھتا ہوں کہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی سیاسی افکار اور اسلامی نظمیات عامہ میں بھی احکامِ شرعیہ کے استنباط کا ایک مربوط نظام دیا ہے جو آج کی جدید اسلامی ریاست کی اساسیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ محققین معارفِ رضا اس پہلو کی طرف متوجہ ہوں اور افکارِ رضا کو جدید علوم سیاسیات و نظمیات عامہ کے منہج پر مرتب کرکے ان علوم کو تاقیامت دامنِ رضا سے وابستہ کردیں اور میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ بلاریب یہ خدمات بطریق احسن صرف ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر وارا کینِ مکرم ہی سرانجام دے سکتے ہیں"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2004ء، ص19)

جامعہ کراچی کے شعبہ تعلیم کے پروفیسر وچیئرمین جناب غلام رسول میمن نے اپنے انگریزی پیغام میں امام احمد رضا کے پیغام اور تعلیمات کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اس کو عالمی پیغام قرار دیا آپ رقمطراز ہیں:

"World recognizes the contribution of those people who spent their lives to spread the message of Islam all over the world. Imam Raza Khan Brevli stands at top of the list. He was the

person to uplift the Islamic preaching by his continuous struggle and true endeavors."

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2004ء، ص20)

ملک عزیز کے ممتاز ماہر تعلیم اور علم سیاسیات کے مستند پروفیسر اور جامعہ کراچی میں شعبہ سیاسیات کے سابق صدر اور کلیہ فنون کے سابق رئیس اور جامعہ کراچی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر منظور الدین احمد نے اپنے ایک پیغام میں امام احمد رضا کو دورِ حاضر کے لیے علمی و روحانی رول ماڈل قرار دیا آپ رقمطراز ہیں:

"انیسویں صدی کے آخری عشرہ کا دور تھا جب ہندوؤں نے راگ الاپا کہ ہندوستان دارالحرب ہے مسلمان یہاں سے ہجرت کر جائیں اور ساتھ ہی ذبیحہ گاؤ کو ممنوع قرار دینے کا بھی مطالبہ کر دیا۔ جس کی تائید اس وقت کے علماءِ سوء نے کی۔ آپ نے بڑے ٹھوس دلائل سے اپنے فتویٰ کے ذریعہ مذکورہ مطالبات کو رد کیا۔ نیز تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، تحریکِ غیر مقلدیت، نیچریت اور قادیانیت کا قلع قمع کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر امام احمد رضا کے رفقاء، خلفاء اور متبعین تحریکِ پاکستان میں حصہ نہ لیتے تو یہ تحریک کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔ ہمارا اولین فریضہ ہے کہ تمام تعصبات سے بالاتر ہو کر اس عظیم اسلامی مفکر کے افکار و نظریات کی روشنی میں انفرادی و اجتماعی طور پر اپنی علمی و روحانی اور قدمی سیاست کی تعمیر کریں۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2004ء، ص21)

جامعہ الازہر میں 25 جولائی 1999ء میں امام احمد رضا پر ان کی عربی شاعری پر Ph.D کی سند حاصل کرنے والے پاکستان کے اسکالر جناب ممتاز احمد سدیدی ابن حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کا زبانی امتحان جس کو عربی زبان میں مناقشہ کہا جاتا ہے منعقد ہوا تھا اور ان کا زبانی امتحان لینے والے پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس صاحب تھے انہوں نے اس زبانی امتحان کے وقت اور ممتاز سدیدی کا مقالہ پڑھنے کے بعد جو تاثرات دیئے اس کی چند چیدہ چیدہ باتیں ملاحظہ کریں یہ پورا مضمون مجلّہ امام احمد رضا 2004ء میں شائع ہو چکا ہے:

"یہ ایک مبارک علمی نشست ہے جس میں ہم اس مقالے کا تنقیدی جائزہ لیں گے جو کلیۃ الدراسات الاسلامیہ والعربیہ میں پیش کیا گیا۔۔۔ مقالہ نگار نے ایک عظیم شخصیت کا مطالعہ کیا ہے اور شاید بہت سے سامعین اس شخصیت کے بارے میں نہیں جانتے ہوں گے۔ مولانا احمد رضا عربی نہیں تھے لیکن آپ جب ان کی عربی شاعری کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو خوشگوار حیرت ہو گی اور آپ ان کو عربی شاعر گمان کریں گے۔ میرے خیال میں مولانا احمد رضا خاں ایک عظیم عربی شاعر تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ذوق و شوق سے عربی زبان وادب کے مطالعہ میں صرف کیا انہوں نے ایک سے زیادہ زبانوں میں تالیفات یادگار چھوڑی ہیں علاوہ ازیں عربی، فارسی اور اردو میں شاعر کی لیکن ان کی عربی شاعری زیادہ جاندار تھی۔ مولانا احمد رضا نے عربی زبان پر قابلِ ذکر توجہ دی اس لیے ہم پر بھی لازم تھا کہ ہم ان کی شخصیت پر اسی طرح توجہ دیں جیسے انہوں نے ہماری عربی زبان کو دی۔ ان کے عربی دیوان کو ہمارے جامعہ کے پروفیسر دکتور سید حازم نے بھی جمع کیا ہے اور عرب کی دنیا کو ایک نئی چیز سے متعارف کروایا میں ریسرچ اسکالر ممتاز احمد سدیدی کو مبارک باد پیش کرتا ہوں آپ ہماری فیکلٹی کے ان چند معدود طلبہ میں سے ہیں جس پر فیکلٹی کو فخر ہے۔ آپ مقالے میں سنجیدہ اور مثالی طالب علم ہیں۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2004ء، ص63-64)

**(جاری ہے۔۔۔)**

# عصمت انبیاء کے تحفظ میں کنزالایمان کا کردار

پروفیسر دلاور خان

## عصمت کا معنی و مفہوم:

لغوی اعتبار سے عصمت ع ص م کے مادے سے اسم مصدر ہے جس کے معنی ہیں بچاؤ، گناہوں سے بچنے کا ملکہ۔ یعنی گناہ اور خدا کی نافرمانی سے دوری اختیار کرنا۔ ایک نکتہ نظر یہ ہے کہ گناہ پر عدم قدرت عصمت ہے اور بعض کے نکتہ نظر کے مطابق عصمت ایک ایسا وصف ہے جو معصوم کو باوجود قدرت علی المعصیة کے معصیت سے روکتا ہے یعنی عصمت ایک ایسی داخلی طاقت ہے جو انبیاء کو ترک اطاعت، فعل معصیت اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

## عصمت کی تعریف:

(۱)۔ العصمة ملكة نفسانية خلقها الله سبحانه فی العبد فيكون سبا ماعاديا لعدم خلق الذنب فيه۔(۱)

عصمت ذات میں اس پختہ قوت کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی بندے میں جب پیدا فرما دیتا ہے تو اس سبب عادی کی وجہ سے اس میں گناہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

(۲)۔ هی لطف من الله تعالیٰ يحمله علی فعل الخير ويزجره عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقاً للابتلاء۔(۲)

یہ اللہ کا لطف ہے جو بندے کو فعل خیر پر ابھارتا ہے اور شر سے بچاتا جاتا ہے باوجود یہ کہ آزمائش کے سبب اس میں اختیار ہوتا ہے۔

(۳)۔ عصمت ایک لطف خداوندی ہے جو نبی کے شامل حال رہتا ہے ایک ملکہ نفسانیہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی ذات میں پیدا کر دیتا ہے جو نبی کی ذات مقدسہ میں "عدم خلق معصیت" کا سبب بن جاتا ہے۔ جس کے باعث باوجود قدرت واختیار کے نبی سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔

## عصمتِ انبیاء سے متعلق نظریات:

(۱)۔ خوارج میں سے ازارقہ نے ان (انبیاء) کے لیے گناہ کا صدور ممکن مانا اور ان کے نزدیک ہر گناہ کفر ہے۔

(۲)۔ حشویہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز ہے۔

(۳)۔ اکثر معتزلہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز نہیں البتہ عمداً صغیرہ کا صدور جائز ہے۔ البتہ ان سے صغائر کا صدور جائز نہیں جس سے لوگ متنفر ہوں۔

(۴)۔ جبائی کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً کبائر اور صغائر دونوں کا صدور جائز نہیں البتہ تاویلاً جائز ہے۔

(۵)۔ رافضیوں کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی گناہ کا صدور نہیں ہوتا۔ صغیرہ نہ کبیرہ سہواً نہ عمداً، تاویلاً نہ خطاً۔

(۶)۔ انبیاء علیہم السلام سے بغیر سہو اور خطا کے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔ ان سے سہو اور خطا پر مواخذہ ہوتا ہے۔

(۷)۔ انبیاء سے قبل از نبوت گناہ کا صدور ممکن ہے لیکن بعد از نبوت گناہوں کا صدور ممکن نہیں۔

(۸)۔ انبیاء سے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے قبل از نبوت اور بعد از نبوت معصوم ہیں البتہ کسی وقت ان سے خطأً یا نسیاناً ممکن ہے مگر تبلیغی امور میں اس خطا اور نسیان سے بھی محفوظ ہیں۔ یہ تو تھا عام انبیاء کے لیے عقیدہ جب کہ امام الانبیاء سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امت کا اجماع ہے کہ آپ سے کبھی بھی کسی قسم کا گناہ سرزد نہیں ہوا نہ نبوت سے قبل نہ بعد، نہ قصداً نہ سہواً نہ کبیرہ نہ صغیرہ آپ بالکل معصوم تھے۔

(۹)۔ انبیاء کی عصمت سے متعلق سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے دو مؤقف ہیں۔
**اول:** انبیاء علیہم السلام صغیرہ و کبیرہ گناہ سے قصداً و سہواً قبل از نبوت اور بعد از نبوت معصوم ہیں۔
**دوم:** انبیاء علیہم السلام کو گناہ کا تو اختیار و ارادہ حاصل ہے مگر قصداً و سہواً کبیرہ و صغیرہ کے مرتکب نہیں ہوتے۔ جب کہ پہلا مؤقف جمہور اہلِ سنّت کا ہے۔
حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
(۱)۔ الانبیاء علیہم السلام کلھم منزھون عن الصغائر و الکبائر و الکفر و القبائح۔(۳)
حضرات انبیاء علیہم السلام تمام کے تمام چھوٹے بڑے گناہ اور ہر قسم کے کفر و قبح سے پاک ہوتے ہیں۔
(۲)۔ حضرت علی قاری اس کی شرح اس طرح فرماتے ہیں:
ھذا العصمة ثابته لِلانبیاء قبل النبوة وبعد ھا علی الا صحح۔(۴)
اور صحیح مذہب میں حضرات انبیاء کرام کے لیے یہ عصمت قبل نبوت اور بعد نبوت ہر دو حال کے لیے ثابت ہے۔
(۳)۔ امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:
الانبیاء علیہم السلام معصومون لایصدرعنھم ذنب لوصغیرہ سھوا۔(۵)
حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں ان سے گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ بطور سہو صغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔
(۴)۔ علامہ قاضی عیاض لکھتے ہیں:
وتنزیھه عنه قبل النبوة قطعاً وتنزیھه عن الکبائر اجماعاً وعن الصغائر تحقیقاً۔(۶)
حضور علیہ السلام اعلان نبوت سے پہلے بھی قطعاً پاک ہیں اور آپ کبائر سے اجماعاً اور صغائر سے تحقیقاً پاک ہیں۔
(۵)۔ شیخ الاسلام ذکریا انصاری فرماتے ہیں:
حتی لایقع فی کبیرہ اجماعاً ولافی صغیرہ علی الاصح۔
حتیٰ کہ ان سے بالاتفاق کبیرہ کا صدور نہیں ہو سکتا اور اصح یہ ہے کہ صغیرہ کا بھی صدور نہیں ہو سکتا۔
(۶)۔ امام شہاب الدین احمد خفاجی شرح شفاء میں رقم طراز ہیں:
ولما کان اللہ لم یرسل الی خلقه الا من ھوا عقل اھل زمانه واقواھم فطرة واحسنھم خلقا وخلقا کا نوا معصومین قبل النبوة وبعدھا ولم یقع ذلك منھم اصلاً۔(۷)
اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی طرف ان ہستیوں کو رسول بنایا جو اپنے وقت کے تمام لوگوں سے زیادہ عقل مند اور فطرت پر قائم، خلقت اور اخلاق میں احسن اور وہ قبل از نبوت اور بعد از نبوت معصوم ہیں ان سے گناہ ہرگز صادر نہیں ہو سکتا۔

## آیات عصمت انبیاء:

سواد اعظم اہلِ سنّت کا عقیدہ عصمت انبیاء کی بنیاد یہ آیات مبارکہ ہیں:
(۱)۔ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔(۸)
اے میری قوم مجھ میں بالکل گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کا رسول ہوں۔
(۲)۔ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔(۹)
ہمارا عہد نبوت ظالمین یعنی فاسقین کو نہ ملے گا۔
(۳)۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ۔(۱۰)
اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیری دسترس نہیں۔
(۴)۔ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْهُ۔(۱۱)
میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کروں خود کرنے لگوں۔
(۵)۔ وَاِنَّھُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ۔(۱۲)
اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔
(۶)۔ اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ۔(۱۳)
بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔
(۷)۔ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔(۱۴)
جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

ان آیات مبارکہ سے انبیاء کی عصمت ثابت ہوئی:
(۱)۔ ان میں گمراہی نہیں۔
(۲)۔ اللہ تعالیٰ منصب نبوت کسی ظالم و فاسق کو نہیں دیتا۔
(۳)۔ انبیاء پر شیطان کی دسترس نہیں۔
(۴)۔ انبیاء ارادہ ممنوعات نہیں کرتے۔
(۵)۔ انبیاء اللہ کے پسندیدہ اور منتخب کئے ہوتے ہیں۔
(۶)۔ انبیاء نیک ہی کام کرتے ہیں۔
(۷)۔ انبیاء اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ٹالتے۔
(۸)۔ وہ وہی فریضہ سرانجام دیتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہو۔
(۹)۔ اللہ نے انسانوں کو ان کا مطیع بنایا ہے۔
(۱۰)۔ اور یہ رسول خواہش نفس سے نہیں بولتے۔

قرآن و احادیث مبارکہ میں بعض انبیاء سے متعلق ایسے الفاظ منسوب ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض انبیاء معصوم نہیں بلکہ ان سے بھی گناہ سرزد ہوتے ہیں جیسے:
(۱)۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے فرمایا گیا ''وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ''۔
(۲)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود بتوں کو توڑا پوچھنے پر فرمایا ''بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا'' کہ اس بڑے بت نے یہ کام کیا ہے۔
(۳)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ''اِنِّیْ سَقِیْمٌ'' میں بیمار ہوں حالانکہ وہ بیمار نہیں تھے۔
(۴)۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے قبطی کو جان سے مار دیا اور فرمایا ''هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ'' کہ یہ کام شیطان کی طرف سے سوا۔
(۵)۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اے نوح وہ تمہارا اہل نہیں بے شک اس کے برے کام ہیں۔
(۶)۔ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ (۱۵)
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنی خطاؤں کی بخشش کی طلب کرنے کا حکم دے رہا ہے۔
(۷)۔ وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضال کہا گیا جس کے معنی گمراہ کے ہیں۔

اس طرح کے دیگر واقعات ہیں جس سے انبیاء کی عدم عصمت ثابت ہوتی ہے اس تناظر میں سواد اعظم اہلِ سنّت کا مؤقف یہ ہے کہ۔

''عصمت انبیاء قطعی اور اجماعی مسئلہ ہے لہٰذا اس کے مخالف اگر کوئی خبرِ واحد وغیرہ سے ثابت ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور اگر قرآن کی آیات یا خبر متواتر سے کوئی بات ثابت ہو تو اس کے ظاہری معنی نہیں لیے جائیں گے بلکہ اس کی تاویل کی جائے گی۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کی آیات متشابہات کے مثل ہیں جن میں خاموشی لازم ہے جیسے یہ بات قطعی اور اجماعی ہے کہ اللہ جسم سے پاک ہے۔ جب کہ قرآن میں آتا ہے ''یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ'' ''ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ'' لہٰذا جس طرح ان آیات میں کوئی تاویل کی جائے گی اس طرح ان آیات میں بھی تاویل کی جائے گی جو عصمت انبیاء کے خلاف ہیں۔

عصمت انبیاء سے متعلق حقائق کا ادراک ہونے کے بعد ایک مترجم قرآن کے لیے ضروری ہے کہ اسے تمام مکاتب فکر کے عصمت انبیاء سے متعلق نظریات کا بھرپور علم ہونے کے ساتھ ساتھ سواد اعظم اہلِ سنّت کے عقیدہ عصمت انبیاء کا بھی مکمل ادراک ہو۔ اگر ایسا نہیں تو وہ لغت کے زور پر ایسا ترجمہ کر گزرے گا جو عصمت انبیاء کے خلاف ہوگا اور اگر وہ عقیدہ اہلِ سنّت پر کاربند ہے تو وہ ان آیات کی تاویل ضرور کرے گا جس سے بہ ظاہر یہ محسوس ہوتا ہو کہ وہ آیات عصمت انبیاء کے خلاف ہیں اس تناظر میں کنزالایمان کا مطالعہ کرتے ہیں۔

### (۱)۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۔ (۱۶)

- اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا۔
- اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔

- حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ راست سے بہکا۔
- آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے۔
- آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گیا۔
- آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو وہ غلطی میں پڑ گئے۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم عن الخطاء ہیں اس عقیدے کو مدِ نظر رکھ کر مترجمین نے جو الفاظ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے استعمال کیے ہیں انہیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مقام حیرت ہے انہوں نے کس قدر جسارت اور بے باکی سے یہ الفاظ استعمال کیے کہ آدم علیہ السلام نے حکم ٹالا، آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی۔ آدم علیہ السلام قصوروار ہوا، آدم علیہ السلام نے غلطی کی، آدم علیہ السلام گمراہ ہوئے، آدم علیہ السلام راہ سے بہکا، آدم راہِ راست سے بھٹک گیا۔ یہ الفاظ ایک عام آدمی کے لیے استعمال کرنا بے ادبی ہے چہ جائے کہ انہیں حضرت آدم علیہ السلام سے منسوب کئے جائیں جو ان کے عصمت و عظمت، شان و شوکت، اور معصومیت کے خلاف ہے۔ جب کہ انبیاء سرچشمۂ ہدایت اور منارۂ نور ہیں۔ کیا ان تراجم کے مطالعہ کے بعد عصمت آدم علیہ السلام و عظمت آدم علیہ السلام اور معصومیت آدم علیہ السلام کا عقیدہ قائم و دائم رہ سکتا ہے۔

ان تراجم کی موجودگی میں ایک ایسے ترجمے کی ضرورت ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی معصومیت، عظمت اور عصمت کی جلوہ گری ہو اور عصمت آدم کا محافظ پاسبان ہو۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"آدم سے اپنے رب کے حکم سے لغزش ہوئی جو مطلب چاہا تھا اس کی رہ نہ پائی"

حکم ٹالنا، نافرمانی کرنا، غلطی کرنا، قصور کرنا، بھٹک جانا، گمراہ ہونا یہ تمام اعمال شعوری و ارادی اور قابلِ مواخذہ ہیں۔ جب کہ لغزش کا تعلق بھول چوک سے ہے جو گناہ اور قابل مواخذہ نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا عطا کی:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا، رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔(۱۷)

اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔

پس معلوم ہوا کہ دیگر تراجم کے برعکس کنزالایمان میں حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت، عظمت اور عقیدہ معصومیت کا بھرپور تحفظ کیا گیا ہے۔

## (۲)۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔(۱۸)

- بیشک ہمارے باپ تو بالکل بہک گئے ہیں۔
- کچھ شک نہیں کہ ابا صریح غلطی پر ہیں۔
- تحقیق باپ ہمارا البتہ بیچ غلطی ظاہر کے ہے۔
- البتہ ہمارا باپ صریح خطا پر ہے۔
- واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں۔
- سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابا جان بالکل ہی بہک گئے ہیں۔

ان تراجم کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے متعلق کہا کہ ہمارے باپ بہک گئے، خطا پر ہیں صریح غلطی پر ہیں۔ یہ الفاظ حضرت یعقوب علیہ السلام کی عصمت و عظمت کے خلاف ہی نہیں بلکہ عصر حاضر میں کوئی بیٹا بھی اپنے والد سے متعلق ان الفاظ کے استعمال کی جسارت نہیں کر سکتا۔ تفسیر کبیر میں ہے:

السؤال الثالث انهم نسوا ابا هم الى الضلال المبين وذلك مبالغه في الذم ولطعن و من بالغ في الطعن في الرسول كفر زاسيا اذا كان الطاعن ولدا فان حق الابوة يوجب مزيد التعظيم ـ الجواب المراد منه الضلال عن رعاية المصالح في الدنيا الاالبعدعن طريق الرشيد والصوات۔

"سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لڑکوں نے اپنے باپ کو ضلال کی طرف منسوب کیا، یہ تو

مذمت اور طعنہ میں مبالغہ ہے اور جو شخص اللہ کے رسول کے طعنہ میں مبالغہ کرے وہ کافر ہے (حالاں کہ وہ مومن تھے) پھر باپ ہونے کا حق زیادہ تعظیم کا سبب ہوتا ہے اور اولاد کس طرح طعنہ زن ہوسکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ راہ راست اور حق سے دوری کو ضلال سے تعبیر نہیں کیا گیا"۔(۱۹)

امام فخر الدین رازی ضلال کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

الضلال بمعنی المحبۃ کما فی قولہ انك لفی ضلالك القدیم ای محبتك

ضلال بمعنی محبت ہے جس طرح انك فی ضلالك القدیم میں ضلال کا معنی محبت ہے۔(۲۰)

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ امت پر کاربند رہتے ہوئے کہ تمام انبیاء معصوم عن الخطا ہیں اور ان کی عصمت، عزت اور توقیر جان ایمان ہے اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"بیشک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔"

مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمے سے حضرت یعقوب علیہ السلام عصمت و عظمت اور عقیدہ معصومیت کا بھرپور تحفظ کیا گیا۔

## (۳)۔ حضرت یونس علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔(۲۱)

- کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی (سب نقائص سے) پاک ہے، بیشک میں ہی قصوروار ہوں۔
- کہ تیسرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں قصوروار ہوں۔
- نہیں ہے کوئی خدا مگر تو پاک ہے، بیشک میں نے قصور کیا۔
- کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے میں تھا گنہ گاروں سے۔

تمام مترجمین نے "انی کنت من الظالمین" کا ترجمہ یہ کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام اقرار کررہے ہیں کہ میں تھا گنہگاروں سے۔ میں نے قصور کیا، میں قصوروار ہوں۔ جبکہ یہ ایک مسلّمہ عقیدہ ہے کہ انبیاء گناہ، خطا اور قصور سے پاک یعنی معصوم ہیں تفسیر کبیر میں ہے کہ:

"انی کنت من الظالمین فھو واجب التاویل لا نالواجرینا ھاعلی ظاھرھا لوجب القول بکون النبی مستحقاً للطعن وھذا لایقولہ مسلم و اذا وجب التاویل فنقول لا شك انہ کان تارکا الا فضل مع القدرۃ علی تحصیل الا فضل فکان ذلك ظلما"(۲۲)

"اس آیت "انی کنت من الظالمین" میں تاویل ضروری ہے کیوں کہ اگر ظاہر پر رکھا جائے البتہ نبی کا مستحق لعنت ہونا (العیاذ باللہ) لازم آئے گا کیوں کہ حضرت یونس علیہ السلام کا اگر قول یہ ہو کہ میں ظالم (گنہ گار) تھا تو ظالم لعنت کا مستحق ہے۔ اس لیے کہ قرآن پاک میں ہے (فلعنۃ اللہ علی الظالمین) "ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، حالاں کہ کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کا نبی ظالم (گنہ گار، قصوروار) لعنت کا مستحق ہے اس لیے تاویل ضروری۔ لہٰذا ہم بلاشک یہ کہتے ہیں کہ آپ نے افضل کو چھوڑا یعنی وہاں رہنے کے باوجود اس کے کہ آپ افضل حاصل کرنے کی قدرت رکھتے یعنی آپ وہاں سے چلے گئے، یہ جانا ترک افضل تھا اس کو ظلم سے تعبیر کیا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے آیت کا بہ ظاہر ترجمہ نہیں کیا بلکہ اس کی تاویل کرتے ہوئے تفسیر کبیر کی روشنی میں یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ:

"کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا"

یعنی میں نے افضل کو چھوڑ کر مجھ سے بے جا ہوا۔ مراد نہیں کہ مجھ سے گناہ ہوا، ظلم ہوا، قصور ہوا کیوں کہ یہ تمام الفاظ عصمت حضرت یونس علیہ السلام کے خلاف ہی نہیں بلکہ عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف بھی ہے جبکہ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت یونس علیہ السلام کی عصمت کا بھرپور تحفظ کیا اور عقیدہ عصمت انبیاء کی بھی پاسداری کی۔

**(۴)۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:**

وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ۔(۲۳)

- اور پچھاڑا اس کو ماتھے کے بل۔
- ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرادیا۔

عرف عام میں پچھاڑنے اور گرانے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کا حکم سنایا تو انہوں نے العیاذ باللہ اللہ کا حکم ماننے سے انکار کردیا جس سے وہ گناہ اور نافرمانی کے مرتکب ہوئے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زبردستی پچھاڑ کر ماتھے کے بل گرادیا مذکورہ ترجمہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عصمت و عظمت کے خلاف ہے کیوں حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں اور معصوم عن الخطاہیں اس لیے ان سے نافرمانی، انکار اور گنہ کا اظہار محال ہے۔ دوسرے یہ کہ خود قرآن میں ہے کہ "کلما اسلما" کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیا۔ اس لیے حضرت ابراہیم کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پچھاڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پچھاڑنا اور گرانا وہاں لازم آتا ہے جہاں نافرمانی اور قصور ہو۔ تو اپنے الفاظ کا استعمال حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظمت و عصمت اور شان کے خلاف ہیں۔

اس ترجمے کا پسِ منظر یوں ہے:

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا وقت آیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے بابا سے کہا: اے میرے ابا جان! ذبح سے پہلے مجھے باندھ دینا تاکہ میں تڑپوں نہیں، اپنے کپڑوں کو مجھ سے بچا کر رکھنا تاکہ آپ کے کپڑے میرے خون سے آلودہ نہ ہوجائیں اور میری والدہ انہیں دیکھ کر پریشان نہ ہوں، میرے حلق پر چھری جلدی جلدی چلانا تاکہ مجھ پر موت آسانی سے واقع ہوجائے، میری والدہ کے پاس جانا تو میرا اسلام کہنا، ان باتوں کے بعد باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو دیکھا باپ نے بیٹے کا بوسہ لیا محبت کے آنسو چھلک پڑے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم بجا آوری میں کوئی کوتاہی نہیں۔ ماتھے کے بل لٹانے میں بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مشورہ ہی تھا کہ کہیں آپ محبت پدری کی وجہ سے چھری چلانے میں تساہلی نہ کریں۔(۲۴)

مذکورہ آیت کے تناظر میں دیگر تراجم ملاحظہ کرنے کے بعد اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ مطالعہ کیجیے:

فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ۔(۲۵)

"تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا"

یہ ترجمہ ایک طرف تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شان کے لائق ہے تو دوسری طرف یہ آپ کی عصمت و عظمت کی پاسداری کرتا دکھائی دے رہا ہے۔

**(۵)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:**

قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ۔(۲۶)

- موسیٰ نے جواب دیا کہ اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔
- (موسیٰ نے) کہا کہ ہاں وہ حرکت مجھ سے ناگہانی سرزد ہوئی تھی اور میں خطاواروں میں تھا۔
- کہا ہاں اس وقت میں نے وہ کام کیا تھا اور میں غلطی کرنے والا تھا۔
- (موسیٰ نے) کہا: میں اس وقت وہ کیا تھا اور میں گمراہوں میں سے تھا۔

مذکورہ تراجم کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، خطاکار، گمراہ اور غلطی کرنے والے تھے (نعوذباللہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام معصوم عن الخطاہیں اس قسم کے الفاظ ان سے منسوب کرنا ان کی شان کے لائق نہیں اور یہ عصمت حضرت موسیٰ کے بھی خلاف ہیں۔ مولانا اسی آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: "موسیٰ نے فرمایا! میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی"

## (۶)۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔(۲۷)

○ اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا۔ اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھتے قدرت رب اپنے کی۔

○ اور اس عورت نے ان کا قصد کیا اور انہوں نے اس کا قصد کیا اگر وہ اپنے پروردگار کی نشانی نہ دیکھتے۔

○ اور تحقیق قصد کیا اس عورت نے ساتھ یوسف کے اور قصد کیا یوسف نے ساتھ اس کے اگر نہ دیکھ لیتا دلیل اپنے رب کی۔

○ اور البتہ عورت نے فکر کی اس کی اور اس نے فکر کی عورت کی اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھی قدرت اپنے رب کی۔

○ اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا۔

○ اور اس (عورت) کے دل میں ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور انہیں بھی اس (عورت) کا خیال ہو چلا تھا اور اگر اپنے پروردگار کی دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا۔

مولانا احمد رضا خاں اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

○ بیشک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔

اس مقام پر حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے جبکہ ان کو عزیز مصر کی عورت نے کمرے میں بند کر کے دروازے بند کر دیئے اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے معاذ اللہ کہہ کر اس سے برأت کا اظہار کیا اور دل میں کسی قسم کی بری خواہش کا ارادہ نہ کیا۔ یہی مقصد اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے واضح ہے کہ آپ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے تو اس عورت کا ارادہ کرتے لیکن آپ نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی لہٰذا کوئی ارادہ نہ کیا لیکن برخلاف اس کے باقی تراجم میں یہ بات موجود نہیں جو اللہ کے نبی کی شان پر دال ہو بلکہ ان تراجم سے یہ سمجھ آتا ہے کہ جس طرح عورت کی فکر تھی اسی طرح آپ نے بھی فکر کی۔

عورت کی فکر تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی خواہشات نفسانیہ کو ناجائز طریقہ سے پورا کرنا چاہتی تھی۔ اگر معاذ اللہ آپ نے بھی اس عورت کی فکر کی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ نے بھی ناجائز طور پر خواہشات کو پورا کرنے کی فکر کی۔ یہ شان نبی کے لائق نہیں۔ اسی طرح یہ بھی نبی کی شان سے دور ہے کہ نبی نے کچھ کچھ برائی کا خیال کیا ہو یا ارادہ کیا ہو جبکہ عورت نے مکمل طور پر اپنا خیال جمائے رکھا ہو۔ کچھ کچھ برائی کا خیال بھی عصمتِ انبیائے کرام کے منافی ہے۔(۲۸)

تفسیر کبیر میں یہ بھی آتا ہے:

"ومثل هذه المعصية لو نسبت الى افسق خلق الله تعالىٰ وابعدهم عن كل خير لاستكف منه فكيف يجوز اسنادها الى الرسول عليه الصلوٰة والسلام المويد بالمعجزات القاهرة الباهرة"۔(۲۹)

"ایسی معصیت کو (یعنی زنا کا ارادہ کرنا) اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی بہت بڑے فاسق کی طرف منسوب کیا جائے اور اسی طرح ایسے شخص کی طرف اس قسم کی برائی کو منسوب کیا جائے تو وہ بھی شرم محسوس کرے تو ایک جلیل القدر رسول جن کو عظیم الشان معجزات عطا کیے گئے ہوں، ان کی طرف اس قسم کے گناہ کو کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے"۔

"اما بيان ان يوسف عليه السلام ادعى البرأة عن الذنب فهو قوله عليه السلام هى راودتنى عن نسى وقوله عليه السلام رب السجن احب الى مما يدعوننى اليه"(۳۰)

"حضرت یوسف علیہ السلام نے خود اپنے کو گناہوں سے بری ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ (اس عورت) نے خواہش کی کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ اے میرے پروردگار مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے (برائی سے) جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہے"۔

"وعند هذا نقول هؤلاء الجهال الذين نسبوا الى يوسف عليه السلام هذه الفضيحة ان كانوا من اتباع دين الله تعالىٰ فليقبلو

شھادۃ اللہ تعالیٰ علی طھارتہ وان کانو امن اتباع ابلیس وجندہ فلیقبلوا شھادۃ ابلیس علی طھارتہ"۔(۳۱)

"جو جہلا حضرت یوسف علیہ السلام کی برائی (با ارادہ برائی) کی طرف نسبت کرتے ہیں اگر وہ اللہ کے دین کے متبع ہیں وہ اللہ کی شہادت کو قبول کرلیں جو اللہ نے آپ کی پاکدامنی پر دی ہے اور اگر وہ شیطان اور اس کے لشکر کے تابع ہیں تو وہ شیطان نے آپ کی پاکدامنی پر جو شہادت دی ہے اسے قبول کرلیں"۔

## (۷)۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔(۳۲)

(۱)۔ تو کہا میں نے مال کی محبت کو یادِ الٰہی سے عزیز سمجھا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔

(۲)۔ تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال کی محبت اختیار کیا۔

(۳)۔ تو انہوں نے (انابۃً) کہا: میں مال (یعنی گھوڑوں) کی محبت کو اپنے رب کے ذکر سے بھی (زیادہ) سیدھا کر بیٹھا ہوں۔

(۴)۔ تو کہنے لگے میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر ان گھوڑوں کی محبت کو ترجیح دی۔

ان تراجم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو یادِ الٰہی سے زیادہ مال کی محبت عزیز تھی۔

اللہ کی یاد سے غافل ہو کر مال کی محبت اختیار کی۔

مال کی محبت کو ذکر الٰہی سے زیادہ پسند کر بیٹھے۔

رب کی یاد پر گھوڑوں کی محبت کو ترجیح دی۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے (معاذ اللہ) حضرت سلیمان علیہ السلام پر یادِ الٰہی کے مقابلے پر دنیا کی محبت غالب آگئی تھی۔ حالاں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے "حُبُّ الدنیا رأس کل خطیئۃ" دنیا کی محبت ہر قسم کے گناہوں کی اصل ہے۔

اس کا رد کرتے ہوئے امام رازی لکھتے ہیں:

"اقول انا شدید التعجب من الناس کیف قبلواھٰذا الوجوہ السخیفۃ مع ان العقل والنقل یردھا"(۳۳)

میں لوگوں پر بہت بڑا تعجب کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ کمزور وجوہ کیسے تسلیم کرلی ہیں؟ جن کو عقل بھی نہیں مانتی اور شریعت کے بھی خلاف ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ کرتے ہوئے یوں ترجمہ کرتے ہیں:

تو سلیمان علیہ السلام نے کہا: مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے، اپنے رب کی یاد کے لیے۔

اس ترجمہ میں آپ نے گھوڑوں سے محبت کی علت وسبب ذکر الٰہی قرار دیا۔ آپ نے "عن" کو بہ طور تعلیل لیا اس لیے ذکرِ الٰہی علت وسبب ہے۔

آپ کے ترجمہ کی تائید تفسیر کبیر سے بھی ہوتی:

"بمعنی ان ھذا المحبۃ الشدیدۃ انھاحصلت عن ذکر اللہ وامرہ (لاعن الشھوۃ والھوی)"(۳۴)

یعنی مجھے ان گھوڑوں سے اتنی شدید محبت دنیاوی خواہشات ولذات کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی یاد کے سبب سے ہے۔

جس طرح قرآن پاک میں گھوڑوں کو جہاد کے لیے پالنے کا حکم ہے اور تعریف کا ذکر ہے اسی طرح تورات میں بھی اس کا ذکر کیا گیا تھا آپ علیہ السلام گھوڑوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دیکھ رہے کہ اس سے رب اور اس کے حکم کی یاد حاصل ہو رہی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مذکورہ تراجم سے جو اعتراض وارد ہو رہا تھا کنزالایمان نے اسے رفع کرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عصمت کا بھرپور تحفظ کیا۔

## نبی کریم ﷺ کی عصمت کا تحفظ:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔(۳۵)

- پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی
- پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی
- اور اللہ نے آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتلایا
- تمہیں ناواقف راہ پایا پھر ہدایت بخشی
- اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا
- آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتادیا
- پس پایا تجھ کو راہ بھولا پس راہ دکھائی

ان تراجم میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھٹکا ہوا، بے خبر، ناواقف، بھولا دکھایا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے قبل گمراہ تھے حالاں کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں جہاں تک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات ہے تو آپ ابتداء سے دین حنیف پر قائم تھے اور غارِ حرا میں عبادت کیا کرتے تھے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔۔۔۔(۳۶)

"تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لئے ایک اکیلے اسی کے ہو کر اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا"

پس معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابتدا سے صحیح دین حنیف پر قائم تھے جس میں گمراہ ناواقف، بے خبر اور بھٹکا ہونے کا قطعاً امکان نہیں۔ آپ اعلان نبوت سے قبل اور اعلانِ نبوت کے بعد معصوم ہیں۔

مذکورہ آیت میں "ضالاً" ایک مؤول لفظ ہے جس کی مفسرین مختلف تاویلات کی ہیں۔

امام ماوردی کے مطابق ضالاً کی نو تاویلات ہیں:

**احدھا:** ووجدك لاتعرف الحق فهداك اليه، قال ابن عيسى۔
ابن عیسیٰ کے قول کے مطابق آپ کو حق کی معرفت کا حامل نہ پایا تو اس طرف راہ دی۔

**الثانی:** ووجدك ضالاً عن النبوة فهداك اليها، قال له الطبری
طبری کے قول کے مطابق آپ کو نبوت سے غافل پایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنادیا۔

**الثالث:** ووجدك قومك فی ضلال فهداك الی ارشادهم، وهذا مفی قول السدی السدی کے قول کے مطابق: آپ کو بے راہ قوم میں پایا تو آپ کے ذریعے انہیں رشد وہدایت عطا کی۔

**رابع:** ووجدك ضالاً عن الهجرة فهداك ايها۔
آپ کو ہجرت سے بے خبر پایا، پھر اس کی طرف آپ کی راہ نمائی کی۔

**الخامس:** ووجدك ناسياً فاذكرك۔

**السادس:** ووجدك طالباً القبله فهداك ايها۔
آپ کو قبلہ کا طلب پایا تو اس کی طرف آپ کی رہنمائی کی۔

**السابع:** ووجدك متحيراً فی بيان نزل عليك فهداك اليه۔
آپ کی طرف جو نازل ہوا اس کے بارے میں آپ حیران تھے پس اللہ تعالیٰ نے وہ حیرانی راہ غانی کر کے ختم کردی۔

**الثامن:** ووجدك ضائعاً فی قومك فهداك اليه۔
آپ کو ضائع ہونے والی قوم میں پایا تو پس آپ کے ذریعے اسے رہنمائی دی۔

**التاسع:** ووجدك محباً للهداهة فهداك ايها، قوله تعالیٰ قالوتالله انك ضلالك القديم ابری فی محبتك۔
آپ کو ہدایت کا چاہنے والا پایا، پس وہ ہدایت آپ کو عطا کردی، "ضلال" محبت کے معنی میں آیا جیسا کہ قرآن میں ہے۔

قالو اتا الله انك لفی ضلالك القديم

وہ کہنے لگے: بخدا آپ پرانی محبت میں مبتلا ہیں، یعنی اپنی محبت میں۔(۳۷)

علامہ رازی لکھتے ہیں:

"انه قد يخاطب السيد ويكون المراد قومه وقوله ووجدك ضالاً ای وجدك قومك ضالاً فهداهم بك وبشرعك"(۳۸)

یہاں خطاب آقا ﷺ کو ہے اور مراد امت ہے کہ آپ کو قوم کو بھٹکا ہوا پایا تو ان کو راہ دی۔

قمی لکھتے ہیں:

وقیل: الضلال المحبة لفی ضلالك القدیم فهداك الی وجه الوصول الی محبوب والمراد بالسلوك۔(۳۹)

ابن عطا فرماتے ہیں:

(ووجدك ضالاً) ای: محباً لمعرفتی۔(۴۰)

ابنِ جزی رقم طراز ہیں:

انه بمعنی الضلال من المحبة ای وجدك محباً لِلّٰه فهداك الیه۔(۴۱)

القشیری لکھتے ہیں:

وقیل: "ضالاً" فی محبتنا، فهدا یناك بنور القربة الینا۔
وقیل: "ضالا" عن محبتی لك فعرفتك انی أحبك۔(۴۲)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"آنکہ مراد بضال محبت است یعنی یافت ترامحبّ وطالب معرفت من وتسمیہ محبّ بضال بسیار آمدہ است کہ گم می گردد از اختیار وقرار خود بر نہج معقول نمی تواند رفت چنانکہ انالنراک فی ضلال مبین وانک لفی ضلالک القدیم"۔(۴۳)

"ضال کا معنی محبت ہے مطلب یہ ہوا کہ میں نے آپ کو اپنی محبت میں ورفتہ (گم) پایا پھر اپنی طرف راہ دی ضال محبّ کے معنی میں بہت آتا رہتا ہے کیوں محبت میں اختیار باقی نہیں رہتا جیسے انا لنرك فی ضلالِ مبین اور انك لفی ضلالك القدیم میں بمعنی محب کا محبت میں گم ہونا ہے"

بس مولانا احمد رضا خاں نے مذکورہ آیت کے ترجمہ میں عقیدہ عصمت انبیاء سے متعلق سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے اس مؤقف کی بھرپور تائید کی کہ عصمت انبیاء ایک قطعی اور اجماعی مسئلہ ہے لہٰذا اس کے مخالف اگر کوئی بات خبر واحد سے ثابت ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر قرآنی آیات یا خبر متواتر سے کوئی بات ثابت ہو تو اس کے ظاہری معنی نہیں لئے جائیں گے بلکہ اس کی تاویل کی جائے گی۔ آپ نے اس آیت کی کتنی خوبصورت اور دل کو چھونے والی تاویل کی ہے وہ ایک بار پھر ملاحظہ ہو "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"، جب کہ دیگر مترجمین عقیدہ عصمت انبیاء کے اصول سے انحراف کرتے ہوئے اس آیت کا تاویل کی بجائے صریح ترجمہ کر بیٹھے جس کے نتیجے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھٹکا، بے خبر، ناواقف، بھولا الفاظ منسوب کر دیئے جو عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف ہیں۔

لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ۔(۴۴)

- تا کہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔
- تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔
- تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔
- تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔
- تا کہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی ہر کوتاہی سے در گزر فرمائے۔
- تا کہ اللہ آپ کی (سب) اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے

ان تراجم میں گناہ اور خطا کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ بعض مفسرین نے بھی ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی ہے کسی نے اسے قبل از نبوت پر محمول کیا اور کسی نے خلاف اولیٰ پر۔ ان تراجم کا اگر سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے عقیدہ عصمتِ انبیاء کے تناظر میں مطالعہ کیا جائے تو یہ نتائج بر آمد ہوں گے۔

- یہ تراجم آیاتِ محکمات کے خلاف ہیں جس پر عقیدہ عصمت انبیاء دلالت کرتا ہے۔

○ یہ تراجم عقیدہ اہلِ سنّت کے خلاف ہیں جس کے مطابق انبیاء قبل از نبوت اور بعد از نبوت گناہ صغیرہ وکبیرہ سے پاک ہیں۔

○ اہلِ سنت کے اصولی مؤقف کے مطابق اگر کسی آیت یا حدیث متواترہ کے الفاظ مثلاً ذنب، عصی، ظلم، ضل، خطا اور نسیان وغیرھا انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب ہوں تو ان کا صریح ترجمہ کرنے کی بجائے تاویل کی جائے۔ اگر ان کا صریح ترجمہ کر دیا اور تاویل سے کام نہیں لیا گیا تو ایک ایسا ترجمہ معرض وجود میں آئے گا جو یقیناً نہ صرف آیات محکمات کے خلاف ہو گا بلکہ اہلِ سنّت کے عقیدہ عصمت انبیاء سے بھی متعارض ہو گا۔ جب کہ مذکورہ آیت میں "ذنبک" کا خود ایک مؤول لفظ ہے جس کی مفسرین نے کئی تاویلات کی ہیں اس کے باوجود اس کا صریح ترجمہ گناہ وخطا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیا جو عصمت رسول ﷺ سے متصادم ہے۔ رہ گئیں اخبار احاد اگر ان میں بھی ایسے الفاظ انبیاء علیہم السلام سے منسوب ہوں تو انہیں عصمت انبیاء پر نچھاور کر دیا جائے احادیث متواترہ کی طرح ان کی تاویل نہیں کی جائے گی دوسرے الفاظ میں اخبار احاد کو عصمت انبیاء علیہم السلام کے بطور دلیل پیش نہیں کیا جائے گا کیوں کہ:

"حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کذب یا معصیت کے الفاظ ایسی تمام روایات "اخبار احاد مردود" مردود ہیں"(۴۵)

عصمت انبیاء قطعی ہے، یہ احاد اخبار ظنی ہیں۔ اسی لیے امام رازی، امام غزالی، امام الحرمین، ابنِ فورک اور قاضی ابو بکر نے ایسی روایات کو خواہ صحاح میں ہو رَد کر دیا۔(۴۶)

جب اخبار احاد عصمت پر قربان ہیں تو آثار وفقہائے اسلام کی وہ تصریحات جو عصمت انبیاء کے خلاف ہیں عصمت انبیاء کے مقابلے میں ان سے چمٹ کر رہ جانا کوئی دانش مندی نہیں پس معلوم ہوا کہ مذکورہ تراجم میں گناہ اور خطا کی نسبت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ وہ عقیدہ اہلِ سنّت، عصمت انبیاء سے مطابقت نہیں رکھتی۔

اس مرحلے پر یہ ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے عقیدہ عصمت کے تناظر میں مولانا احمد رضا خاں نے مذکورہ آیت مبارکہ کا کیا ترجمہ کیا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے آپ نے کنزالایمان میں مختلف آیات کے ذیل میں ذنب کے تین معنی رقم کئے ہیں: خطا، الزام اور گناہ:

(۱)۔ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ۔(۴۷)

کس خطا پر ماری گئی۔

(۲)۔ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ۔(۴۸)

ان کا مجھ پر ایک الزام ہے۔

امام راغب اصفہانی "ذنب" کا معنی "پیچھے لگنا" بیان فرماتے ہیں چوں کہ دم پیچھے لگی ہوتی ہے اس لیے اس کو بھی ذنب کہتے اس اعتبار سے ذنوب کو ایسے اتہامات (الزامات) کو بھی کہا جاسکتا ہے جو بلاجواز یونہی کسی کے پیچھے چپکا دیئے جاتے ہیں جس طرح القفوۃ دم کو بھی کہتے ہیں لیکن اس کے معنی تہمت (الزام) کے بھی ہیں چنانچہ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کا معنی یہ ہو گا کہ:

اے محبوب یہ "فتح عظیم اس لیے دی جا رہی ہے کہ ان تمام اتہامات (الزامات) سے آپ کی حفاظت ہو جائے جو مخالفین آپ پر لگاتے رہے ہیں یا آئندہ لگانا چاہیں گے"

ذنب کے اس مفہوم کا ایک ترجمہ یہ بھی ہے کہ "دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے تھے اور (ہجرت کے) بعد لگائے گئے"۔(۴۹)

(۳)۔ غَافِرِ الذَّنْۢبِ۔(۵۰)

گناہ بخشنے والا

"لفظ ذنب مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن عام طور پر اس کا معنی "گناہ" کا لیا جاتا ہے لفظ ذنب کا اطلاق رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کرنا عظمت وعصمتِ رسالت کے منافی ہو گا اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطا ہیں لہٰذا جن آئمہ تفسیر نے ذنب کے معنی گناہ

کے لیے ہیں انہوں نے واضح طور پر اس امر کی صراحت کردی ہے کہ قرآنِ کریم میں جہاں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا وہاں اس سے مراد امت کے گناہ یعنی ذنوب امت مراد لیے گئے ہیں"

(۴)۔ ذنب کا ایک معنی "تابع ہونا" بھی ہے اس کی توثیق کے لیے چند آئمہ لغت کی تصریحات درج ذیل ہیں:

ا۔ صاحب منجد لکھتے ہیں: ذَنَبَ، یذُنب ذنبا، ای تبعه فلم یفارق اثرہ۔

اس کے پیچھے ہولیا پھر اس کا نشانِ قدم نہ چھوڑا۔

۲۔صاحب "معجم الوسیط" نے بھی اس کے یہی معنی مراد لیے ہیں۔

۳۔ صاحب "محیط المحیط" فرماتے ہیں: "الذانب والذنابه التابع واذناب الناس اتباعهم"

ذانب اور ذنابت، پیروکار، لوگوں کے اذناب کا مطلب ہے ان کے پیروکار۔

۴۔ لغتِ عرب کی مستند کتاب "لسان العرب" میں علامہ ابنِ منظور نے ذانب کا ایک معنی تابع ہونا نقل کئے۔

مذکورہ بالا معنی کی روشنی میں آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اے محبوب! تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری خاطر بخش دے ان کو جو آپ کے تابع ہوگئے خواہ وہ آپ ﷺ سے پہلے گزر گئے یا آپ ﷺ کے بعد کے زمانوں میں آئیں گے۔

مولانا احمد رضا خاں مذکورہ مؤول آیت کریمہ کا ترجمہ یوں کرتے دکھائی دیتے ہیں:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ۔

تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

جلالین میں ہے:

"وهومؤول لعصمة الانبياء عليهم السلام"

کہ یہ آیت کریمہ اپنے ظاہر پر نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے بلکہ اس آیتِ کریمہ کی ضروری تاویل کی جائے گی اس لیے کہ انبیاء کرام معصوم ہیں ان سے گناہ نہیں ہوتے جب وہ گناہ نہیں کرتے تو اگلے پچھلے گناہوں کے معاف کرنے کا کوئی مقصد نہیں۔ جبکہ جلالین کے مطابق اس آیت کریمہ کی تاویل ضروری ہے تو وہ تاویل کیا ہوگی:

"وهومؤول ای اسناد الذنب له صلی الله عليه وسلم مؤول مابان المراد ذنوب امتك"(صاوی)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کی نسبت مؤول ہے اس کی تاویل ضروری ہے وہ تاویلیں کی ہیں لیکن ان میں سے ایک یہ ہے کہ ذنب سے مراد نبی کریم کے معاذ اللہ ذنوب نہیں بلکہ امت کے ذنوب ہیں۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

لم يكن للنبی ذنب مماذا لغيفرله قلنا الجواب من وجوه احدها المراد ذنب المومنين۔

یعنی نبی کریم کے گناہ جب نہیں ہیں تو گناہوں کے معاف کرنے کا کیا مطلب اور یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوسکے گا اس کا جواب کئی وجہ سے دیا گیا ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ گناہوں سے مراد مومنوں کے گناہ ہیں جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادے۔(۵۱)

ابن حیان لکھتے ہیں:

قيل لذنبك، لذنب أمتك فی حقك۔(۵۲)

لذنبك یعنی آپ اپنے حق میں امت سے سرزد ہونے والی خطاؤں کی بخشش طلب کیجئے۔

امام نسفی لکھتے ہیں:

ای لذنب امتك۔(۵۳)

اپنی امت کے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

المراد ذنب أمتك فهوعلی حذف المضاف(۵۴)

ابن عادل فرماتے ہیں:

لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ذنب فما ذا الیغفر لہ؟ فقیل المراد ذنب المومنین۔(۵۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ جب نہیں تو گناہوں کے معاف کرنے کا کیا مطلب؟ پس اس کا جواب دیا گیا کہ گناہوں سے مراد مومنوں کے گناہ ہیں۔

امام جلال الدین محلی لکھتے ہیں:

ھومؤول لعصمۃ الانبیاء علیہم السلام بالدلیل العقل القاطع من ذنوب۔(۵۶)

یعنی اس آیت کریمہ میں ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مؤول لیے اس لیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام دلیل عقلی کے ساتھ ذنوب سے قاطع ہیں یعنی ان کی طرف ذنوب کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔

محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں:

فالناس امتہ من آدم الیٰ یوم القیمۃ مبشرہ اللہ بالمغفرۃ لماتقدم من ذنوب الناس وما تاخر منھم فکان ھوالمخاطب والمقصود الناس فیغفر اللہ لکل۔(۵۷)

زمانہ حضرت آدم سے یوم قیامت تک پیدا ہونے والے سبھی انسان آپ کی امت ہیں۔ اسی لیے اللہ نے سبھی انسانوں (اہلِ ایمان) کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی۔ مخاطب تو آپ ہیں مگر مقصود دوسرے لوگ ہیں اور اللہ سب کی مغفرت فرمائے گا۔

ان المراد لیغفرلك ماتقدم من ذنب امتك وماتاخر بشفاعتك۔(۵۸)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

لیغفر لك اللہ ماتقدم من ذنبك وما تاخر، اقوال درینجا بسیار است، یعنی گفتہ اند مراد چیز یست کہ واقع شد در جاہلیت پیش از نبوت وامام سبکی گفتہ ایں مردوداست زیرا کہ نبود پیغمبر خدارا صلی اللہ علیہ وسلم جاہلیت ووی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم است پیش از نبوت وبعد از وے زمخشری در کشاف گفتہ وبیضاوی نیز درینجا تبعیت وے کردہ کہ مراد جمیع انچہ گذشتہ از فرطات کہ تواند کہ محل عتاب گردد وامام سبکی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کہ ایں قول نیز مردود است بجہت ثبوت عصمت انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین وتحقیق اجماع کردہ اند امت در عصمت ایشان وآنہاں کہ تجویز صغائر کردند نصے ودلیل ندارند بر آں بلکہ از ہمیں آیت وامثال آں گرفتہ اندا۔(۵۹)

یعنی اس آیت کریمہ میں کئی اقوال ہیں بعض نے یہ کہا کہ یہاں وہ خطائیں مراد ہیں جو نبوت سے قبل واقع ہوئیں لیکن امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو رد فرمایا اور کہا کہ یہ قول مردود ہے کیوں کہ نبی کریم نے کوئی زمانہ بھی جاہلیت میں نہیں گزارا بلکہ آپ نبوت سے پہلے اور بعد معصوم ہیں۔ آپ سے کوئی گناہ قبل از نبوت یا بعد از نبوت نہیں سرزد ہوا۔ زمخشری نے کشاف میں ذکر کیا ہے اور علامہ بیضاوی نے بھی اس کی تابعداری کی ہے اور کہا ہے کہ یہاں سے مراد وہ لغزشیں ہیں جو محل عتاب ہیں لیکن امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے رد فرمایا کہ یہ قول بھی مردود ہے کیوں کہ انبیاء کرام کی معصومیت پر امت کا اجماع ہے اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے صغائر گناہوں کے واقع ہونے کو جائز قرار دیا ہے ان کے پاس کوئی دلیل اور نص نہیں بلکہ وہ اسی آیت کریمہ یا اس قسم کی مثل آیتوں سے دلیل پکڑتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔

طوالت سے بچنے کے لیے صرف ان اکابرین کے نام درج کئے جاتے ہیں جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی طرح ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی بجائے امت کی طرف کی ہے۔

(۱)۔ علامہ فخر الدین رازی

(۲)۔ علامہ محمد بن حسین ابو عبد الرحمٰن سلمی نیشاپوری

(۳)۔ علامہ قاضی عیاض مالکی
(۴)۔ علامہ ابو العباس احمد بن محمد سہل بن عطاء الذاہدی بغدادی
(۵)۔ علامہ ابو القاسم ھبۃ اللہ بن سلام بغدادی
(۶)۔ علامہ ملا علی قاری
(۷)۔ علامہ شہاب الدین خفاجی
(۸)۔ علامہ ابو حیان اندلسی
(۹)۔ علامہ نسفی
(۱۰)۔ علامہ سید محمود آلوسی
(۱۱)۔ علامہ ملّا معین کاشفی
(۱۲)۔ علامہ احمد یار خاں نعیمی
(۱۳)۔ امام سید محمد بن ادریس شافعی
(۱۴)۔ شیخ اکبر ابن العربی
(۱۵)۔ علامہ علی شریف جرجانی
(۱۶)۔ علامہ تفتازانی(۶۰)

مذکورہ حقائق سے معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے:

❖ ذنب کی نسبت نبی کریم کی طرف کرنے کی بجائے امت کی طرف منسوب کی ہے۔
❖ مؤول آیت کا ترجمہ صریح کرنے کی بجائے تاویل سے کام لیا ہے۔
❖ سوادِ اعظم کے عقیدہ عصمتِ انبیاء کا مکمل تحفظ کیا۔
❖ ترجمہ کو آیات محکمات کی تائید حاصل ہے۔
❖ ترجمہ کو جملہ اکابرین اہلِ سنت کی حمایت حاصل ہے۔
❖ کنزالایمان عصمت انبیاء کا پاسدار ہے۔

عصمت انبیاء کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس عقیدے سے متعلق قرآنی آیات، حدیث متواترہ، اخبار احاد، حدیث ضعیف، مفسرین کی تحقیقات، مختلف مکاتب کے نظریات اور علم الکلام کو پیشِ نظر رکھا۔ آپ قرآن مجید میں ان تمام آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جس کا تعلق عصمت انبیاء سے ہے اور وہ آیات بھی پیشِ نظر ہیں جس سے بہ ظاہر عدم عصمت انبیاء منسوب ہے اثبات و نفی دونوں پر ایمان لانا لازمی ہے۔ جب کہ دیگر مکاتبِ فکر نے ان آیات کو اپنے عقیدے کا مرکز بنایا جس میں بہ ظاہر نفی عصمت انبیاء ہے اور ان آیات سے صرفِ نظر کیا جس پر اثبات عصمت انبیاء کا انحصار ہے۔ ان کی یہ فکر امت مسلمہ میں انتشار و افتراق کا باعث بنی۔ مولانا احمد رضا خاں نے امت کو انتشار و افتراق سے محفوظ رکھنے کے لیے دیگر مکاتب فکر کی طرح اس مسئلے میں انتہا پسندی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اہلِ سنّت کے بنیادی اصول 'اعتدال'' پر کاربند رہتے ہوئے آپ نفی و اثبات کی آیات میں تطبیق کا فریضہ سرانجام دیا۔ عصمت انبیاء سے متعلق آیات صریح ہیں اس لیے اس کا اثبات کرتے ہیں اور ایسی آیات جس سے بہ ظاہر عصمتِ انبیاء کی نفی ہو وہ آیات مؤول ہیں آپ ان کی تاویل کرتے ہیں تاکہ عدم عصمت انبیاء مندفع ہو جائے۔ اور یہی اصول اعتدال حدیث متواترہ میں بھی اپنایا گیا ہے۔ اور ایسی اخبار آحاد، ضعیف حدیث، آثار، مفسرین اور دیگر کے اقوال جو عصمت انبیاء کی نفی پر دلالت کرتے ہیں انہیں قوی دلائل کی بنیاد پر عصمتِ انبیاء پر نچھاور کر دیا پھر جا کر عصمت انبیاء سے متعلق یہ بے غبار تراجم آیات معرض وجود میں آئے جنہوں نے عصمت انبیاء کے تحفظ میں کلیدی کردار ادا کیا۔

اسی طرح جس آیت میں بہ ظاہر خطاب نبی کریم ﷺ سے ہو اور مراد اُمت ہو مترجمین نے براہ راست انہیں اپنے ترجموں میں نبی کریم ﷺ سے منسوب کر دیا جیسے تم ہرگز شک نہیں کرنا، کافروں کی خواہشات کی پیروی مت کرنا، باطل کی اتباع مت کرنا، خدا کے ساتھ کوئی معبود نہ بنانا وغیرہ۔ یہ تراجم عظمتِ رسول ﷺ، محبِ رسول ﷺ، شانِ رسول ﷺ اور عصمتِ رسول ﷺ سے عاری دکھائی دیتے ہیں جبکہ مولانا احمد رضا خاں نے اس قسم کی آیات کے تراجم نبی کریم ﷺ سے منسوب کرنے کی بجائے امت، کسے باشد اور اے سننے والے مراد لیے ہیں جس سے عظمتِ رسول ﷺ کا تحفظ اور معصومیت نبی کریم ﷺ کا بھرپور دفاع کیا گیا ہے۔

## حوالہ جات:


(۱)۔ النبراس، بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۲۳
(۲)۔ شرح عقائد، بحوالہ مقالاتِ کاظمی، حصّہ سوم، ص 60
(۳)۔ فقہ اکبر بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۲۴
(۴)۔ شرح فقہ اکبر، بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۲۳
(۵)۔ جمع الجوامع، بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۲۶
(۶)۔ الشفاء، بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۲۵
(۷)۔ نسیم الریاض، بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۳۳۔
(۸)۔ سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف، آیت ۶۱
(۹)۔ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ، آیت ۱۲۴
(۱۰)۔ سُوْرَۃُ الْحِجْر، آیت ۴۲
(۱۱)۔ سُوْرَۃُ هُوْد، آیت ۸۸
(۱۲)۔ سُوْرَۃُ صٓ، آیت ۴۷
(۱۳)۔ سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآء، آیت ۹۰
(۱۴)۔ سُوْرَۃُ التَّحْرِیْم، آیت ۶
(۱۵)۔ سورہ مومن ۵۵
(۱۶)۔ سُوْرَۃُ طٰهٰ، آیت ۱۲۱
(۱۷)۔ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ، آیت ۲۸۶
(۱۸)۔ سُوْرَۃُ یُوْسُف، آیت ۸
(۱۹)۔ عبد الرزاق، علامہ مفتی، محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۱۹۰
(۲۰)۔ تفسیرِ کبیر، بحوالہ محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۳۷۸
(۲۱)۔ سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآء، آیت ۸۷
(۲۲)۔ تفسیرِ کبیر، بحوالہ محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۲۶۰
(۲۳)۔ سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰت، آیت ۱۰۳
(۲۴)۔ تذکرۃ الانبیاء، عبد الرزاق چشتی، ضیاء العلوم، ص 167
(۲۵)۔ سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰت، آیت ۱۰۳
(۲۶)۔ سُوْرَۃُ الشُّعَرَآء، آیت ۲۰
(۲۷)۔ سُوْرَۃُ یُوْسُف، آیت ۲۴
(۲۸)۔ عبد الرزاق، علامہ مفتی، محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۱۹۲
(۲۹)۔ عبد الرزاق، علامہ مفتی، محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۱۹۳
(۳۰)۔ عبد الرزاق، علامہ مفتی، محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۱۹۴
(۳۱)۔ عبد الرزاق، علامہ مفتی، محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۱۹۵
(۳۲)۔ سُوْرَۃُ صٓ، آیت 32
(۳۳)۔ تفسیر کبیر بحوالہ تذکرۃ الانبیاء، عبد الرزاق چشتی، ص ۴۱۴
(۳۴)۔ تفسیر کبیر، بحوالہ تذکرۃ الانبیاء، عبد الرزاق چشتی، ص ۴۱۱
(۳۵)۔ سُوْرَۃُ الضُّحٰی، آیت ۷
(۳۶)۔ سُوْرَۃُ الرُّوْم، آیت ۳۰
(۳۷)۔ امام ماوردی، النکت العیون۔
(۳۸)۔ امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر
(۳۹)۔ علامہ قمی، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان ★
(۴۰)۔ علامہ ابن عطا، تفسیر الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن از الثعالبی ★
(۴۱)۔ علامہ ابن جزی، تفسیر السھیل لعلوم التنزیل ابن جذی الفرناطی ★
(۴۲)۔ علامہ القشیری، تفسیر لطائف الاشارات ★
(۴۳)۔ مدارج النبوۃ، بحوالہ تسکین الجنان، ص ۳۸۰
(۴۴)۔ سُوْرَۃُ الْفَتْح، آیت ۲
(۴۵)۔ شرح عقائد بحوالہ خلاف اولیٰ کے رد میں، ص ۱۲
(۴۶)۔ نبراس، بحوالہ خلاف اولیٰ کے رد میں، ص ۱۲
(۴۷)۔ التکویر، آیت 9
(۴۸)۔ الشعراء، آیت 14
(۴۹)۔ محمد کرم شاہ الازہری پیر، ضیاء القرآن، جلد ۵
(۵۰)۔ المومن، آیت 3
(۵۱)۔ تفسیرِ کبیر، بحوالہ محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۳۳۸
(۵۲)۔ علامہ ابن حیان، البحر المحیط ★
(۵۳)۔ امام نسفی، مدارک التفسیرین وحقائق التاویل ★
(۵۴)۔ علامہ شوکانی، تفسیر فتح القدیر ★
(۵۵)۔ علامہ ابن عادل، تفسیراللباب فی علوم الکتاب ★
(۵۶)۔ امام جلال الدین محلی، تفسیر درالمنثور ★
(۵۷)۔ فتوحاتِ مکیہ، جلد دوم، بحوالہ ماہنامہ حجاز جدید، دہلی، نومبر ۱۹۹۱ء، ص ۲۳
(۵۸) مجمع البیان، بحوالہ: عقیدہ شفاعت، ڈاکٹر طاہر القادری، ص ۲۷
(۵۹)۔ بحوالہ: مختصر از مدارج النبوۃ، بحوالہ: تسکین الجنان، ص ۳۹
(۶۰)۔ محمد رمضان گل تر مفتی "مغفرتِ ذنب" مشمولہ معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۰۹ء، ص ۱۵۸

★ altafsir.com(Dated: 16-10-2018)

# ردِ بدعات: امام ربانی اور امام احمد رضا کی فکری ہم آہنگی

سیّد زاہد سراج قادری

امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی نقشبندی علیہ الرحمۃ والرضوان (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ بمطابق ۱۶۲۴ء) اور مجددِ ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء- ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) جنہوں نے اپنے اپنے دور میں تجدید و احیاء دین کی ایسی عظیم خدمات انجام دیں کہ آج دنیا معترف ہے کہ ہر دو کا وجودِ مسعود نہ ہوتا تو اس سرزمین ہند و پاک میں اسلام اپنی شکلِ اصلی میں قطعاً باقی نہ بچتا۔ العلماء ورثۃ الانبیاء کے تاج کو جس طرح امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے چکاچوند کئے رکھا، مجدد ملت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے فکر مجدد کو مزید بالیدگی عطا کی اور کسی طور اس کو ماند پڑنے نہیں دیا۔ جو شمع حضرت مجدد نے جلائی امام احمد رضا نے اس کو اپنے خون جگر سینچا۔ کیوں نہ ہو یہ سب فروغ دین اور فروغ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظیم ذمہ داریاں تھیں جو بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر دو مجدد کو بالخصوص عطا کی گئی تھیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی اور مجدد ملت امام احمد رضا چمنستان اسلام کے وہ گُل ہیں کہ جن سے اہل سنت وجماعت کا گلدستہ مہکتا ہے۔ ہر دو مجدد مذہباً بارگاہ حنفیت کے خوشہ چیں اور مشرباً راہ سلوک کے شاہسوار ہیں۔ امام ربانی کے وجود مسعود سے سلسلہ نقشبندیہ اور امام احمد رضا کی ذات بابرکت سے سلسلہ قادریہ نے وہ ترقی کی کہ آج ہر دو امام کا جہاں روشن و منور ہے۔

اسلام کو ہر دور میں مختلف فتنوں کا سامنا رہا، ذات الوہیت میں شرک و کفر اور بدعقیدگی کی آمیزش سے اسلام میں گھٹاٹوپ پھیلانے کی سعی لاحاصل کی جاتی رہی یوں ہی جان جاناں، رحمت عالم و عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اہل اسلام کے دلوں سے نکال کر نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم کرنے کی مکروہ سازشیں کی جاتی رہیں۔ اس کام کے لئے بدعات و منکرات کو بطور ہتھیار استعمال کیا جاتا رہا۔ ایک طرف بدعات و منکرات اور بدمذہبیت کے پھیلاؤ سے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال پر حملہ کیا گیا تو دوسری طرف کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار کا نعرہ لگا کر ان سادہ لوح مسلمانوں پر کفر و شرک کی توپیں داغی جاتی رہیں اور اسلام سے ان کو دیس نکال دیا جاتا رہا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ دسویں اور گیارہویں صدی میں امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے بدعات و منکرات اور بدمذہبیت کے سامنے بند باندھا اور اہل اسلام کو ضلالت و گمراہی کی اندھیریوں سے نکال کر نور ونکہت کے سایے میں کھڑا کر دیا۔ پھر تیرہویں اور چودھویں صدی میں مجدد ملت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اسی عَلَم کو تھام کر بدعات و منکرات اور بدمذہبیت کا قلع قمع کیا اور اسلام کو اپنی اصلی شکل میں بحال رکھا۔ بلاشبہ ہر دو امام دین کے مجدد ہیں۔

رد بدعات و منکرات میں ہر دو مجدد کے فکر میں ایسی ہم آہنگی پائی جاتی ہے کہ دور جدید کی اصطلاح میں کہا جاسکتا ہے کہ گویا "دونوں ایک پیج پر ہیں"۔

انسان ہر روز کچھ نیا کرتا ہے، نیا کام نئی ایجاد اس کی افتاد طبع ہے۔ لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں "دین میں ایسی چیز اختراع کرنا، جس کی اصل دین میں نہ پائی جائے، بدعت ہے، یعنی ہر وہ چیز جو کسی دلیل شرعی کے مُعارِض ہو، بدعتِ شرعیہ ہے"۔ جب یہ ایجاد کوئی نیا عقیدہ ہو یا نئی عبادت تو یہ قاطع سنت اور دافع شریعت ہے۔ اور اس نئے عقیدے اور نئے عمل کو بدعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ بدعات کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ انسان کے

عقائد و اعمال میں ایسی پیوند کاری کرتی ہے کہ اس کے اسلام کی ماہیت ہی تبدیل کر دیتی ہے۔ عقائد و اعمال پر بدعات کے زنگ کو صاف کر کے اس کو اپنی اصل شکل میں بحال کرنا ہی کار تجدید ہے۔ بدعات و منکرات کا رد صرف احیائے شریعت سے ہی ممکن ہے۔ ہر دو مجدد نے اپنے اپنے زمانے میں احیائے شریعت اور اتباع سنت کے ذریعے بدعات کا قلع قمع کیا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی اور مجدد ملت امام احمد رضا نے قلم کو اپنا ہتھیار بنایا اور عزیمت کو اپنی ڈھال۔ اور اس راہ میں نہ تو کسی کی مخالفت کی پرواہ کی اور نہ لومۃ لائم سے خائف ہوئے۔ بلکہ امام ربانی نے تو قید و بند کی صعوبتوں کو بھی خندہ پیشانی سے گلے لگایا۔ امام ربانی نے مکتوبات شریف کے ذریعے کار تجدید کی تکمیل کی اور بدعات و منکرات کا رد فرمایا۔ اسی طرح امام احمد رضا نے اپنے قلم کی جولانی سے کتب و رسائل اور فتاویٰ جات کا زبردست ذخیرہ فراہم کیا اور بدعات و منکرات اور عقائد باطلہ کی بیخ کنی فرمائی۔ آج پوری امت ہر دو مجدد کے علمی و تجدیدی کارناموں سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر رہی ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی اور مجدد ملت امام احمد رضا اس لحاظ سے مظلوم بھی ہیں کہ جن جن بدعات کا انہوں نے قلع قمع کیا ان پر ان ہی بدعات و منکرات کی ایجاد و ارتکاب کا الزام لگا دیا گیا۔ حالاں کہ ہر دو امام و مجدد کا دامن ان خرافات سے یکسر صاف ہے۔ ان حضرات نے تو بدعات و منکرات کی بیخ کنی فرما کر اسلام کو تابندگی عطا کی اور سنت مطہرہ کی احیاء کا فریضہ انجام دیا۔ اور منصب مجدد پر فائض ہوئے۔

بدعات و منکرات کا رد صرف شریعت کے احیاء سے ہی ممکن ہے۔ اور کمال دیکھیں کہ امام ربانی کے زمانے میں بھی اور امام احمد رضا کے دور میں بھی شریعت و طریقت کو الگ الگ پیمانے میں تولا جا رہا تھا بلکہ شریعت کے مقابلے میں طریقت کو فوقیت دینے کی بدعت فروغ پا رہی تھی۔ ہر دو مجدد نے اس امر کا واشگاف اعلان فرمایا کہ شریعت و طریقت حقیقتاً ایک ہی ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی نے شریعت کو ہی نجات کا مدار حقیقی قرار دیا اور متعدد مکتوبات میں شاہان مغلیہ بالخصوص اکبر بادشاہ، اس کے درباریوں، وزیروں اور عوام و خواص کو شریعت کی اہمیت اور اس کی پیروی کی طرف متوجہ فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

"شریعت مطہرہ کے تین جز ہیں (۱) علم (۲) عمل اور (۳) اخلاص، جب تک یہ تینوں ثابت نہ ہو جائیں شریعت آ نہیں سکتی اور جب شریعت آ گئی تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو گئی کہ دنیا و عقبیٰ کی تمام سعادتوں سے اوپر ہے۔ (اللہ کا فرمان ہے) اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی بات ہے۔ تو شریعت دنیا و آخرت دونوں کی سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا کام نہیں جس میں شریعت کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت پڑتی ہو۔" [۱]

ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

"مستقیم الاحوال مشائخ، شریعت و طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی اطاعت کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اطاعت میں جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کی وہ اطاعت جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کی اطاعت) صورت میں نہ ہو اسے عین ضلالت و گمراہی خیال کرتے ہیں۔" [۲]

مجدد ملت امام احمد رضا نے جاہل پیر و مُرشِد جو دین کے علم سے بے بہرہ ہیں، اپنی جہالت کا جواز اس طرح کی باتیں بنا کر پیش کرتے ہیں کہ طریقت باطنی اور روحانی اَسرار و رَمُوز کا نام ہے، علماء تو صرف الفاظ اور ظاہر کو جانتے ہیں، اُن کے دل نور سے خالی ہیں، گویا طریقت اور شریعت کو ایک دوسرے کی ضد قرار دیتے ہیں، امام احمد رضا قادری نے لکھا:

"عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض و واجب و حلال و حرام کا نام ہے، محض اندھا پن ہے، شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و قلب و جملہ علوم الٰہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام شریعت و معرفت ہے ولہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں

حق و مقبول ہیں ورنہ مردود و مخذول، تو یقیناً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط و مدار ہے، شریعت ہی محک و معیار ہے، شریعت "راہ" کو کہتے ہیں، اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ، یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی کے ساتھ۔"[۳]

امام احمد رضا ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحے پر مرتے دم تک ہے، اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اس قدر ہادی کی زیادہ حاجت،۔۔۔"[۴]

امام ربانی نے اپنے مکتوبات کے ذریعے مسلمانوں کو عقائد کی اصلاح پر بہت زور دیا۔ آپ نے اپنے ایک مکتوب میں فرمایا:

"سب سے پہلے ضروری ہے کہ علمائے اہلسنت و جماعت شکر اللہ سعیہم کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں کیونکہ عاقبت کی نجات انہی بزرگواروں کی بے خطا آراء کی تابعداری پر موقوف ہے۔ اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ ہیں اور ان کے تابعدار حضرات ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے طریق پر ہیں۔ اور ان علوم سے جو کتاب و سنت سے حاصل ہوئے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب و سنت سے اخذ کیے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ ہر بدعتی و گمراہ بھی اپنے فاسد عقائد کو اپنے خیال فاسد میں کتاب و سنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس ان کے اخذ کردہ معانی میں کسی معنی پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ عقائد کی درستگی کے بعد حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ جن کا سیکھنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔"[۵]

امام احمد رضا نے بھی ذریعے مسلمانوں کو عقائد کی اصلاح اور بدعات و منکرات سے اجتناب پر بہت زور دیا۔ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"بیعت لینے اور مسند ارشاد پر بیٹھنے کے لئے چار شرطیں ضروری ہیں، ایک یہ کہ سنّی صحیح العقیدہ ہو اس لئے کہ بدمذہب دوزخ کے کتّے ہیں اور بدترین مخلوق، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، دوسری شرط ضروری علم کا ہونا، اس لئے کہ بے علم خدا کو پہچان نہیں سکتا، تیسری یہ کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنا اس لئے کہ فاسق کی توہین واجب ہے اور مرشد واجب التعظیم ہے، دونوں چیزیں کیسے اکٹھی ہوں گی، چوتھی اجازت صحیح متصل ہو جیسا کہ اس پر اہل باطن کا اجماع ہے۔ جس شخص میں ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط نہ ہو اس کو پیر نہیں پکڑنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم"[۶]

امام ربانی کا زمانہ اس قدر پُر آشوب ہے کہ اس دور میں بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی کیا جاتا تھا۔ جب آپ علیہ الرحمہ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"بعض فقہاء نے اگرچہ بادشاہوں کے لیے سجدۂ تعظیمی کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن بادشاہوں کے لیے یہی بہتر ہے کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع اختیار کریں۔ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے شریک نہ بنیں۔"[۷]

اس مکتوب میں آپ نے بادشاہ کے منصب کا خیال رکھتے ہوئے انتہائی حکمت آمیز انداز میں اصلاح فرمائی کہ سجدہ کروانے کے لائق صرف وہی ایک ذات ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو بھی سجدہ کرنا روا نہیں ہے۔ لہٰذا بادشاہ کو چاہیے کہ وہ خود اپنے آپ کو اس شرک سے دور رکھے۔

یوں ہی مجدد ملت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

"مسلمان! اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عزّ جلالہٗ (اللہ تعالیٰ) کے سوا کسی کے لیے (روا) نہیں، اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرکِ مُھین و کفرِ مُبین اور سجدہ تحیّت (تعظیمی) حرام و گناہِ کبیرہ بالیقین، اس کے کفر ہونے میں اختلافِ عُلمائے دین، ایک جماعتِ فُقہاء سے تکفیر منقول اور عندالتحقیق کفرِ صُوَری پر محمول"۔[۸]

سجدۂ عبادت تو بہت دور کی بات ہے، آپ نے سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے پر قرآن وسنت کی نُصوص (آیات قرآنی، چالیس احادیث، ایک سو دس نصوصِ فقہ، ودیگر دلائل) سے استدلال کرکے "اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّہ لِتَحْرِیْمِ السُّجُوْدِ التَّحِیَّۃ" کے نام سے ایک باقاعدہ رسالہ لکھا۔ جس میں آپ نے فقہِ حنفی کے مُسلّمہ فتاویٰ وائمۂ احناف کے حوالے سے لکھا:

"اقول (میں کہتا ہوں) ان دس عبارات نے روشن کیا کہ غیر خدا کو سجدۂ تحیت شراب پینے اور سؤر کھانے سے بدتر ہے۔۔۔"[۹]

مزید فرماتے ہیں:

"زمین بوسی حقیقتاً سجدہ نہیں کہ سجدے میں پیشانی رکھنی ضرور ہے، جب یہ اس وجہ سے حرام اور مُشابہِ بت پرستی ہوئی کہ صورۃً قریبِ سجود ہے، تو خود سجدہ کس درجہ سخت حرام اور بت پرستی کامُشابہِ تام ہوگا، وَالْعِیَاذُبِاللہ تَعَالیٰ"[۱۰]

امام ربانی مجدد الف ثانی نے، شاہان مغلیہ اکبر و جہانگیر اور شاہجہاں کے دور میں بدمذہبیت، منکرات وبدعات، دربار شاہی میں "زمین بوسی" کے نام پر سجدہ تعظیمی، اکبر کے الحاد، دین اکبری کے نام پر ہندوانہ رسم رواج، قشقہ وزنار، کلمہ طیبہ میں تبدیلی، علماء سو کی مکاریاں، گاؤکشی جیسی بدعات ومنکرات کے خلاف جہاد کیا اور بالآخر اللہ رب کریم نے ان کی مساعی کو قبول فرمایا اور ان خرافات وبدعات کا قلع قمع ہوا۔

اس طرح امام احمد رضا، دور انگریز میں اپنے فتاویٰ جات، کتب ورسائل کے ذریعے قلمی جہاد کیا، اور اس دور کی بدعات و منکرات اور بدمذہبیت کے خلاف بند باندھا۔ حرمت سجدہ تعظیمی، علم غیب کا مسئلہ ہو یا اللہ تبارک و تعالیٰ کی تقدیس، ہندوانہ و مغربی رسوم ورواج، الحاد و زندقہ، تعزیہ داری، بدمذہبوں سے میل و جول، حرمت مزامیر، تحریک خلافت میں شعائر اسلام کی خلاف ورزی، ندوۃ العلماء کی تحریک وغیرہ میں امور غیر شرعی اور بدعات ومنکرات کے خلاف ان کام اسلام کی بلندی اور مسلمانوں کے دین کی بقا کی ضمانت ہے۔

الغرض حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور امام اہل سنت امام احمد رضا قادری علیہم الرحمہ نے اپنی پوری زندگی اسلام اور شعائر اسلام کے احیاء کے لیے وقف کی۔ اس راستے میں جو بھی رکاوٹیں اور مصیبتیں در پیش آئیں، آپ نے ان کے خوف سے حق گوئی سے دریغ نہیں کیا۔ ہر دو مجددنے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ غیر اسلامی رسومات کا خاتمہ کیا جائے، مکمل طور پر شریعت کا نظام نافذ کیا جائے، بدعات وخرافات کا خاتمہ کرتے ہوئے سنت کا احیاء کیا جائے۔ آپ علیہ الرحمہ کی انقلاب آفریں کوششیں کامیاب ہوئیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ علمائے حق اور مشائخ عظام وصوفیائے کرام میدان عمل میں نکلیں اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی پیروی اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا اتباع کرتے ہوئے حق وصداقت کا علم بلند کریں۔ اور دین کو سربلند کریں۔

## حوالہ جات:

[۱]۔امام ربانی شیخ احمد سرہندی؛ مکتوبات امام ربانی، ج اول مکتوب نمبر ۳۶
[۲]۔ایضاً، مکتوب نمبر ۱۵۲
[۳]۔امام احمد رضا؛ مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱، ص ۵۲۳، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور
[۴]۔ایضاً، ص ۵۲۷
[۵]۔امام ربانی شیخ احمد سرہندی؛ مکتوبات امام ربانی، ج ۱، مکتوب نمبر ۱۹۳
[۶]۔امام احمد رضا؛ نقاء السلافة فی احکام البیعة والخلافة، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱، ص ۴۹۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور
[۷]۔امام ربانی شیخ احمد سرہندی؛ مکتوبات امام ربانی، ج ۲، مکتوب نمبر ۹۲
[۸]۔امام احمد رضا؛ الزبدة الزکیہ لتحریم سجود التحیة، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۲، ص ۴۲۹، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور
[۹]۔ایضاً، ص ۴۶۶
[۱۰]۔ایضاً، ص ۴۷۱

(**نوٹ:** انیسویں امام ربانی کانفرنس ۲۰۱۸ منعقدہ ۲۵ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ بمطابق ۴ر نومبر ۲۰۱۸ بمقام کراچی یہ مقالہ پیش کیا گیا)

# اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ کی دینی وفکری جہات ---ایک مختصر جائزہ

ڈاکٹر غلام غوث قادری

انیسویں صدی کے نصف آخر میں اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے شہر بریلی میں ایک عظیم منفرد، بے سہیم، عدیل ذات ۱۰؍شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴؍جون ۱۸۵۶ء میں ۱۸۵۷ء کے انقلاب سے ایک سال قبل پیدا فرمایا، جن کا نام محمد رکھا گیا۔ جد امجد حضرت مولانا محمد رضا علی خان قدس سرہ نے احمد رضا تجویز فرمایا، آگے چل کر آپ کے ہم عصر اجلہ علمائے کرام ومشائخ عظام نے آپ کے عبقریت سے متاثر ہو کر متعدد عظیم المراتب القاب کا اضافہ فرمایا۔ ان میں "اعلیٰ حضرت" اور "امام" کو زیادہ شہرت ملی۔ چنانچہ آج دنیا آپ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی کے نام سے یاد کرتی ہے۔

دنیائے اسلام کی اس عظیم شخصیت نے ملت اسلامیہ کے تحفظ وبقا کی خاطر تن، من، دھن کی بازی لگادی۔ اپنی عزت وآبرو کو عظمت اسلام وو قار مصطفیٰ ﷺ پر قربان کر دیا۔ جس کی عظیم کارکردگی کا اعتراف ہم عصر علماء عرب وعجم، ہند وسندھ نے کیا۔ یہی عظیم المرتبت ذات تجدید واحیا دین کی خدمت کو انجام دینے کے بعد ۲۵؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸؍اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئی۔

اس مختصر سی حیات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ نے اپنی، علمی اور سیاسی خدمات کی ایک عدیم المثال یادگار قائم کی ہے، جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ محققین نے تقریباً سو سے زائد علوم وفنون میں آپ کی مہارت کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی شخصیت ہمہ گیر ہے جس فن اور موضوع پر قلم اٹھایا اپنی انفرادیت کا سکہ ثبت فرمایا۔ ایک ہزار سے زائد اپنی گراں قدر تصنیفات کے ذریعہ دین کی بڑی خدمت فرمائی۔ آپ نے اپنی پوری حیات اسلامی عقائد، ناموسِ رسالت اور شریعت کی پاسبانی میں گزاری۔ آپ اسلام کی عزت وحرمت کے مقابل کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ آپ پوری زندگی اسلامی عقائد واحکام کو ہر آمیزش اور ملاوٹ سے محفوظ رکھنے میں کوشاں رہے اور شرعی احکام میں اپنی طرف سے بے جا نرمی وگرمی کو نہیں آنے دیا۔ کسی مصلحت دنیوی کو دینی مصالح سے خلط ملط نہ ہونے دینا اپنا فرضِ اوّلین سمجھتے رہے۔ نہ صرف یہ کہ لوگوں کو شرعی احکام کی پابندی کا حکم دیا بلکہ پوری زندگی آپ بھی زہد وتقویٰ اور حزم واحتیاط کے پیکر بنے رہے اور جب بھی معاندینِ اسلام نے اسلامی عقائد ودینی معمولات کو غلط رخ دینے کی کوشش کی تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے صحیح سمت پر ہی کاروانِ اسلام کو گامزن رکھا جیسا کہ آپ کی تصنیفات شاہد عدل ہیں---آپ نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ اسلامی عقائد، دینی معمولات اور پورے اسلامی نظام کو مسلمانانِ عالم کے سامنے پیش کیا۔

آپ نے عقائد وایمان کے تعلق سے توحید، رسالت، انبیاء، ملائکہ، کتب الٰہیہ، اصحاب وعترت اور اولیا کے بارے میں اسلامی عقائد کی وضاحت کے لیے، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، الفرق الوجیز بین النبی العزیز، تمھید الایمان بآیات القرآن، الدولة المکیه بالمادة الغیبیه الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء، سبحٰن السبوح، السماع الاربعین، اعتقاد الاحباب، حیاة الموات، المبین ختم

النبیین، انوار الانتباہ، التجیربات التدبیر، برکات الامداد، الھدایۃ المبارکہ، مطلع القمرین، النھی اکید، تجلی الیقین، الوفاق المتین وغیرہ تصانیف کو پیش فرمایا۔

ان کتابوں سے چند اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں:

**عقیدۂ توحید:**

اللہ عزوجل زمان ومکان وجہت سے پاک ہے۔ اس کا دیدار بے جہت بے محاذات حق ہے۔ وہ واجب الوجود اَبَدی ہے۔ اللہ عزوجل کا علمِ غیب اور تمام صفاتِ ذاتیہ اَزَلی واَبَدی، لازمِ ذات الٰہی ہیں، اللہ عزوجل پر کذب وہر عیب محال بالذات ہے۔ قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کا کلام اَزَلی، اَبَدی اور غیر مخلوق ہے۔ اللہ عزوجل بندوں کے تمام افعال واعمال کا خالق ہے۔ اللہ کسی کو بغیر گناہ، عذاب نہیں فرمایا۔ حیات، قدر، علم، کلام، سمع، بصر، ارادہ، صفاتِ ذاتیہ سے وہ ازل ہی سے متصف ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے بہت نام ہیں جس کی خبر اس نے اپنے کلام پاک میں دی ہے۔ جس اسم کے معنی میں تنقیص شانِ الوہیت ہو اس کا ذاتِ حق سبحانہٗ تعالیٰ پر بولنا کلمۂ کفر ہے۔ وحدۃ الوجود حسبِ تقریر محققین حق ہے۔

**حضور اکرم ﷺ کے بارے میں عقیدہ وایمان:**

اسلام وایمان کا رکن اعظم جس کے بغیر کسی حالت میں بندہ مومن یا مسلم نہیں ہوسکتا۔ حضور ﷺ کے تمام کمالات کی تصدیق واقرار لسانی ضروری ہے۔ اور آپ کی تعظیم سے ہر حالت میں متصف رہنا تمام اعمال وعبادات کی قبولیت کا اصل الاصول ہے۔ آپ تمام انبیاء کرام سے افضل اور سب کے سردار ہیں۔ آپ خاتم انبیاء ہیں، نہ تو آپ کے زمانۂ اقدس میں نہ ہی آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہوسکتا ہے، یہ ماننا دینی ضروریات سے ہے۔ حضور ﷺ کا علمِ اقدس میں نہ ہی آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہوسکتا ہے، یہ ماننا دینی ضروریات سے ہے۔ حضور ﷺ کا علمِ اقدس تمام مخلوقات کے علوم سے زیادہ تر ہے۔ آپ دنیاوی وجسمانی حیثیت سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ رسول اکرم ﷺ کی شفاعت حق ہے اور وہ اہل کبائر کے لیے بھی ہے۔ اگرچہ عمر بھر ان کے عادی رہے ہوں۔۔۔ حضور اقدس ﷺ کو جو بعض علم ان کے رب کریم جل شانہٗ نے عطا فرمایا انبیاو مرسلین وملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام وجملہ اوّلین وآخرین کے جمیع علوم کا مجموعہ اور لوح محفوظ میں قلمِ قدرت کا لکھا ہوا سارا عالم ماکان ومایکون اس کا جزو ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے خلق فرمایا اور نور محمدی سے سارے عالم کو۔ آپ کی محبت شرط ایمان ہے، آپ معصوم عن الخطا ہیں، آپ کو معراجِ جسمانی ہوئی، آپ کے معجزات حق ہیں، نماز بے خیالِ تعظیم حضور ﷺ تمام نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ کو خدا کہنا کفر ہے۔ البتہ جس قدر بھی ادب واحترام کرے، ذکر کرے، محبت کرے خوب ہے اور ایمان کی علامت ہے۔

**دیگر ضروری عقائد:**

انبیائے کرام وملائکہ اور تمام ایمانیات کو ماننا جزوایمان ہے۔ ان میں سے کسی ایک جز کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام حقیقی دنیاوی وجسمانی حیثیت سے ویسے ہی زندہ ہے جیسے دنیا میں تھے۔ عظمت الٰہی کے بعد انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی عظمت ہے۔ انبیائے علیہم والسلام الصلوۃ والسلام کو اللہ نے اذن دیا ہے کہ تمام آسمان وزمین کی بادشاہی میں تصرف فرمائیں۔ انبیائے واولیا علیہم الصلوہ والسلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا واسطۂ فیض الٰہی جان کر ان سے استمداد واستعانت اور وقت حاجت بہ نیت توسل انہیں ندا کرنا یارسول اللہ، یاعلی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کہنا جائز وروا ہ۔۔۔ جو کسی غیر نبی کو انبیا کا ہم پلہ یا ہم استاد اور من وجہ انہیں تقلید انبیا سے آزاد کہے بد دین ضال گمراہ ہے اس پر کفر لازم ہے۔ کرامت اولیائے کرام حق ہے اور انہیں میں سے ان کا کشف اور اس کے ذریعہ سے انہیں علوم غیب عطا ہونا جو بامداد نبی ﷺ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

**خلافت وولایت:**

حضور ﷺ کے خلفا میں حضرت ابو بکر صدیق ہیں آپ کے بعد حضر عمر فاروق، حضرت عثمان ذی النورین، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ علیہم بہ تربیت خلافت افضل ہے۔

عشرہ مبشرہ، خاتونِ جنت، اُم المومنین حضرت خدیجہ، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن، حضرت امام حسن و امام حسین و اصحاب بدر بیعت رضوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم، طاہر قطعی، جنتی بلکہ گنہگار انِ اُمت کے تکیہ گاہ ہیں۔ تمام صحابہ کرام خصوصاً اہل بدر و اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نجومِ ہدایت ہیں ان سب کی تعظیم و توقیر امت پر فرض ہے یہ سب اولیاأمت کے سردار ہیں۔

ان کے علاوہ تقدیر پر ایمان، موت کے بعد زندگی، قرآن مقدس کے علاوہ زُبور، توریت، انجیل اور دوسری کتب الٰہی و صحفِ سماوی پر ایمان رکھنا ضروری بتایا۔ نیز سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ نے اذان میں نامِ حضور اقدس سُن کر انگوٹھے چومنے، عرس، فاتحہ، نذر و نیاز اور میلاد شریف کی مجلس کا انعقاد وغیرہ جائز و مندوب بتایا۔ جمعہ میں اذانِ خطبہ خارج مسجد ثابت فرمایا اور تکبیر جو فرض نمازوں سے قبل کہی جاتی ہے سامعین کو بیٹھ کر سننا اور حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا سنت فرمایا۔ ان امور کے لیے آپ نے حسبِ ذیل کتب ورسائل تصنیف فرمائیں:

تقدیر پر ایمان کی بابت= التحبیر بباب التدبیر

موت کے بعد زندگی کی بابت= الوفاق المتین، حیات الموٰۃ

اذان میں نامِ اقدس پر انگوٹھے چومنے کی بابت= منیر العین فی تقبیل الابھامین

میلاد پاک کی مجلس کے انعقاد کی بابت= الحجۃ الفاتحہ، وغیرہ وغیرہ

**عبادات واسلامی اعمال:**

آپ نے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جو فرض ہیں ان میں سے ہر ایک پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ اسلام میں نماز کی اہمیت کے پیشِ نظر اعلیٰ حضرت کی تصنیفات و تالیفات اور فتاوے جو نماز کی ترغیب واشاعت سے متعلق ہیں، بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ رقمطراز ہیں:

**نماز:**

نماز فرض اعظم ہے اس کا انکار کفر ہے اور ترک اشد گناہ۔۔۔ نماز کے تعلق سے غسل، وضو، تیمّم، فرض نمازوں، نمازِ تراویح، نمازِ جنازہ، مختلف نفلی نمازوں، مسجد کے آداب واحترام، جماعت ثانیہ، نمازِ جمعہ، سمت قبلہ اذان، نمازِ عیدین وغیرہ پر فتاویٰ رضویہ حصہ اوّل تا چہارم کے کچھ صفحات کو ملا کر کئی ہزار صفحات پر مشتمل تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

پانی کے متعدد اقسام بیان کیے ہیں: پانی کی کیفیت، رنگ و مزہ، کیمیائی تبدیلی، حوض، پتھر، مٹی، زُمرد، چونا وغیرہ کے سلسلے میں تیمّم کے باب میں بحث کی ہے۔ نماز کے طریقے، نماز کے مکروہات، مسافرت کی نماز، سجدۂ تلاوت، سجدۂ سہو۔ غرض کہ ایک ایک زاویہ ایک ایک جُز پر بحث کرکے تنقیح و تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔۔۔ آپ نے پانی سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں بیان کی ہیں۔ ۲۱۲ طرح کے پانی سے وضو کا جواز اور پانی کی ۱۱۳، اقسام سے عدم جواز، اسی طرح تیمّم میں ۱۸۱، اقسام کی مٹی سے تیمّم جائز اور ۱۳۰، اقسام سے تیمّم جائز ثابت فرمایا ہے۔

**روزہ:**

نماز کی طرح روزہ بھی فرض ہے اس کی فرضیت ماہِ رمضان میں پورے مہینے کے روزے ہیں، روزہ کی فرضیت کا انکار کفر ہے اور ترک اشد گناہ ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں روزے کے تمام مسائل مثلاً کس عمر میں روزہ فرض ہے، مسافرت میں اگر روزہ کی ادائیگی نہ ہوسکے تو سال پورا ہونے سے قبل قضا روزے کی ادائیگی، سحر وافطار کے اوقات، روزے کے مکروہات ومفسدات، قضا و کفارہ فدیہ نیز چاند دیکھ کر روزہ رکھنا اور عیدین کی نماز پر مفصل بحث کی

ہے۔ چاند کے مسئلہ میں ٹیلی گرام، ٹیلی فون، ریڈیو وغیرہ کی خبروں کو نامعتبر بتایا ہے۔

**زکوٰۃ:**

صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے سیدنا اعلیٰ حضرت نے زکوٰۃ کے مسائل پر فتویٰ رضویہ جلد چہارم میں تفصیلی بحث کی ہے۔ زکوٰۃ وصدقات سے متعلق آپ نے کئی رسائل تحریر فرمائے ہیں "الزھرالباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی ھاشم" "تجلی المشکوٰۃ" "صدقات کے فوائد" وغیرہ۔

**حج:**

حج بھی فرض ہے اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔ جس طرح زکوٰہ مالکِ نصاب پر فرض ہے اسی طرح صاحبِ استطاعت پر حج بھی فرض ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں شامل رسالہ "انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارت" میں از اوّل تا آخر حج وزیارت کے مسائل کو بیان فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے فرائض عبادات کے علاوہ مسلمانوں کے عائلی معاملات مثلاً نکاح، طلاق، والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، تعلیم و تربیت، تجارت، خرید وفروخت، حصص، صلح، معاہدہ، مضاربت، امانت، اجارہ، خضاب، داڑھی، لباس، بیماری، تعزیت، عیادت، وصیت غرضیکہ دین و دنیا کے جتنے بھی امور ہیں سب پر لکھا ہے اور فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں کے علاوہ دیگر رسائل بھی ان امور میں تصنیف کیے ہیں۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ نے دینی ودنیوی معاملات میں غلط کاریوں اور بدعات ومنکرات کا بھی ردّ فرمایا ہے اور دیگر شعبۂ حیات انسانی پر افکار پیش فرمائے ہیں۔

**بدعات ومنکرات کا ردّ:**

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ پر ان کے مخالفین طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں کہ انہوں نے بدعات ومنکرات کو فروغ دیا حالانکہ ان کی حیات ونگارشات کے مطالعہ سے بالکل برعکس نظر آتا ہے۔ چنانچہ آپ ہر قسم کی بدعات ومنکرات مثلاً جھوٹے نام نہاد تصوف، طریقت کو شریعت پر ترجیح دینے، عورتوں کی مزاراتِ اولیا کرام ودیگر قبورِ مسلمین پر حاضری اور عورتوں کی مجاوری، پیشہ وارانہ مقرری، پیشہ وارانہ قرآن خوانی، لہو ولعب، میلہ ٹھیلہ، تمام شابینی، بدمذہبوں سے میل جول اور ان کی تقریبات میں شرکت، مرّوجہ قوالی، مرّوجہ تعزیہ داری، سجدۂ تعظیمی، محرم کے غلط رسول، مزامیر، قبرستان کی بے حرمتی، فرضی قبور کی تعمیر، طوافِ قبور، جھوٹی وباطل روایات وتوہمات، تبرکات کے غلط انتساب، میت پر گریہ وزاری، دعوت میت، شادی بیاہ کے غلط رسوم، حدِ شرع سے زاید بال بڑھانے، امام ضامن، آخری چہار شنبہ وغیرہ کی شدید مخالفت کرتے ہوئے بے شمار کتب ورسائل لکھے۔ شریعت وطریقت اور غیر اسلامی تصوّف کے تعلق سے سیدنا اعلیٰ حضرت رقمطراز ہیں:

"شریعت ہی اصل کار ہے۔ شریعت ہی مناط ومدار ہے اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔۔۔ طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے، شریعت منبع اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔"

عورتوں کا زیارتِ قبور کے لیے جانا ومجاوری کرنا، نامحرم پیر کے سامنے بے پردہ ہونا، ان کے امور کے تعلق سے آپ رقمطراز ہیں:

"پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔"

"عورتوں کو مزارتِ اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔۔۔"

"ولیاء کرام کے مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے۔"

"عورت مجاور بن کر بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے یہ سخت بد ہے۔ عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا جس میں بعض اوقات مردوں کے ساتھ تنہائی بھی ہوگی۔

پیشہ ورانہ مقررین و قرآن خوانی کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:

"غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔ عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو۔ اپنی ضروریات کو کتابوں سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے رہا یہ کہ اب وہاں وعظ کرے یا نہیں اگر وہ وعظ اللہ عزوجل کے لیے ہے اور طلب مال یا اپنی شہرت و ریاست مقصود نہیں اور اس کا وعظ مطابق شرع ہے تو بہتر ہے۔"

"ثواب رسانی کے لیے قرآن عظیم پڑھنے پر اجرت لینا دینا دونوں ناجائز۔"

لہو و لعب، میلہ، تماشہ وغیرہ میں جانا اور بدمذہبوں سے میل جول وغیرہ کو ناجائز ثابت کیا ہے۔ سجدۂ تعظیمی کے تعلق سے رقمطراز ہیں:

"مسلمان! اے مسلمان!! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان!!! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عزجلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدۂ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین۔

مروجہ تعزیہ اور محرم کے غلط رسوم، ڈھول، تاشہ، باجہ، عشرۂ محرم میں سوگ منانا، جھاڑو نہ دینا، روٹی نہ پکانا، دس دنوں تک کپڑے نہ اتارنا، ماہِ محرم میں شادی نہ کرنا وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے۔

مزامیر کے ساتھ قوالی سننے یا اس طرح کی قوالی کے ساتھ عرس منانے والوں کو سخت تنبیہ کی ہے۔ قبرستان کی بے حرمتی اور فرضی قبر بنانے کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:

"قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے نہ کہ جوتا پہننا کہ سخت توہین امواتِ مسلمین ہے۔ ہاں قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں اس میں چلنا جائز ہے۔"

قبر پر نماز پڑھنے، قبر کی طرف نماز پڑھنے، قبر مسلم پر قدم رکھنے، قبروں پر مسجد بنانے، کھیتی وغیرہ کرنے کو حرام کہا۔ فرضی قبر بنانے، اس کی زیارت کرانے وغیرہ کے سلسلے میں آپ رقم طراز ہیں:

"قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لیے وہ افعال کرانا گناہ ہے اور جبکہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے۔"

قبر کے طواف و بوسہ کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:

"بلاشبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طوافِ تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسۂ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔"

## اوہامِ باطلہ اور جھوٹی روایات کے متعلق:

آج کل جہلاء کسی درخت پر شہید مرد کے رہنے، کسی طاق پر شہید مرد کے ہونے وغیرہ کو لے کر وہاں فاتحہ خوانی، شیرینی اور ہار پھول چڑھانے کا جو عقیدہ رکھتے ہیں اور اس طرح کے توہمات اور اوہامِ باطلہ کو پھیلاتے ہیں۔ اسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ نے سراسر واہیات، خرافات، جاہلانہ حماقات و بطالات لکھا ہے اور ان کے ازالہ کو لازم قرار دیا۔

محرم، معراج مقدس وغیرہ کی بہت سی جھوٹی روایات وغیرہ کی تردید فرمائی۔ شادی میں گانے بجانے، فحش گالیوں سے بھرے گیت، بے حیائی فحاشی میں شرکت ممنوع قرار دیا۔۔ جو لوگ بال بڑھا کر خود کو صوفی اور اللہ والا ظاہر کرتے ہیں اور عورتوں کی طرح چوٹی وغیرہ باندھتے ہیں انہیں غیر شرعی قرار دیا۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے بدعات و منکرات کی تردید فرما کر نہ صرف یہ کہ عقیدہ کی درستگی فرمائی بلکہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل دی اور مسلمانوں کو صالح مسلم بننے اور بنے رہنے کا سلیقہ سکھایا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا عہد مسلمانوں کے لیے بڑا ہی مشکل اور سخت عہد تھا، طرح طرح کے مذہبی افکار و نظریات جنم لے رہے تھے۔ مختلف سیاسی، معاشی، تعلیمی اور تہذیبی افکار و نظریات ابھر کر مسلمانوں کے عقائد و ایمان اور

ان کے سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی، تہذیبی اور اخلاقی اقدار کو پامال کرنے میں لگے تھے۔ ان سب کے علاوہ علوم وفنون بالخصوص سائنسی اور فلسفیانہ افکار و نظریات کی شکل میں بھی اسلام اور مسلمانوں ہی پر حملے ہو رہے تھے۔ ادھر اعلیٰ حضرت کسی طور، کسی بھی زاویہ اور جہت سے غافل نہ تھے۔ آپ نے ہر باطل عقیدہ و نظریہ اور فکر و اصول کا ردّ فرمایا۔ فساد برپا کرنے والوں کا تعاقب کیا اور وہ لوگ جو الوہیت اور رسالت کی تقدیس کو پامال کرتے ہوئے اسلام کا اصلی چہرہ مسخ کرنے میں لگے تھے آپ نے ان کی شرعی گرفت فرمائی۔ عرب وعجم کے علمائے کرام ومفتیانِ عظام بالخصوص حرمین شریفین کے علما و مشائخ سے ان صاحبان کے متعلق فتوے حاصل کیے اور اسے "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" کے نام سے شائع بھی کیا۔ آپ نے یہ کارنامہ اپنے دوسرے حج وزیارت کے موقع پر 1905ء میں انجام دیا۔ اسی حج وزیارت کے موقع پر آپ نے حضور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے اثبات میں مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران فصیح عربی میں بغیر کسی کتاب کی مدد سے خداداد صلاحیت، اپنی تبحر علمی اور ایمانی قوت کے سہارے صرف آٹھ گھنٹے میں ایک ضخیم کتاب بنام "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" تصنیف کی جس کا اردو ترجمہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قدس سرہٗ نے کیا۔ اس کی ضخامت 543 صفحات ہیں۔ اس پر علمائے حرمین شریفین نے تقریظات لکھیں۔ مکہ معظّمہ میں ہی قیام کے زمانے میں امام مسجد الحرام مولانا عبد اللہ میر داد اور ان کے استاذ مولانا حامد محمود جداوی نے کرنسی نوٹ کے متعلق ایک استفتاء سیدنا اعلیٰ حضرت کے سامنے پیش فرمایا۔ اس وقت وہاں نوٹ ایک نئی چیز تھی اور فقہائے کرام اس سے متعلق احکام کے بارے میں حیران وپریشان تھے۔ آپ نے اس کے جواب میں محض ڈیڑھ دن سے کم مدت میں عربی رسالہ "کفل الفقیہ الفاھم فی الاحکام قرطاس الداھم" تحریر فرمایا۔ جب یہ رسالہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی نقلیں لیں۔ اس کا بھی اردو ترجمہ ہو چکا ہے جو 164 صفحات پر مشتمل ہے۔

آپ کے ایسے ہی نادر ونایاب کارنامے کو دیکھ کر حرمین شریفین اور دیگر بلادِ اسلامیہ کے علما کرام نے آپ کو مجدّدِ عصر تسلیم کیا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے الوہیت ورسالت کے اسلامی تصوّر کے ساتھ ساتھ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی محبت وعظمت کا سکّہ مسلمانوں کے قلوب میں جمایا، روحوں کو تازگی بخشی، ہر اُس باطل عقیدہ اور تحریک کا سختی سے تعاقب کیا جنھوں نے مسلمانوں کے سینے سے عشق وعظمتِ مصطفیٰ ﷺ کو نکالنے کی سازش کی۔ ویسی ایک ایک باطل تحریک اور گمراہ جماعت کی تردید میں اپنی تصانیف کے ڈھیر لگا دیئے۔

**رفض وتفضیلیت:**

رفض تو شروع ہی سے اسلام یعنی سواد اعظم اہلِ سنّت سے کٹ چکا تھا اسی کے زیر سایہ تفضیلیت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرّا بازی زور پکڑی۔ ان کی تردید میں سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ نے جو کتب ورسائل تصنیف فرمائے، چند مندرجہ ذیل ہیں:

روافض کے رد میں "ردّ الرفضہ" اور مفضلہ ومفسقان امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ردّ میں "البشریٰ العاجلہ من تحف آجلہ" اور دوسری کتابیں شیخین کریمین یعنی حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل میں حسبِ ذیل تصنیف فرمائیں:

غایۃ التحقیق، اعتقادِ الاحباب فی الجمیل المصطفیٰ والآل والاصحاب، مطلع القمرین فی ابانۃ سبقتہ العمرین وغیرہ۔

**وہابیت ودیوبندیت:**

جن عقائد کو محمد ابن عبد الوہاب نجدی نے جنم دیا وہ وہابیت کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی کو ہندوستان میں سید احمد

رائے بریلوی اور اسماعیل دہلوی نے پروان چڑھایا۔ تقریباً دو سو سال قبل اسماعیل دہلوی کی تصنیف "تقویۃ الایمان" کی اشاعت کے بعد اسلامیہ میں انتشار وافتراق پیدا ہوا جو بڑھتا چلا گیا۔ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کے ذریعہ سے عظمت مصطفیٰ ﷺ پر انگشت نمائی کے ساتھ ساتھ معمولاتِ اہلِ سنّت پر بھی بے جا تنقید کی۔ ان کے بعد وہابیہ تحریک کی باگ ڈور محمد قاسم نانوتوی دیوبندی مصنف تحذیر الناس، رشید احمد گنگوہی دیوبندی مصنف فتاویٰ رشیدیہ، خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی مصنف براہین قاطعہ اور اشرفعلی تھانوی دیوبندی مصنف حفظ الایمان وغیرہ کے ہاتھوں میں آئی۔ ان دیوبندی صاحبان نے بھی اپنے پیشوا اسماعیل دہلوی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی اپنی کتابوں میں باطل عقائد و نظریات کو آشکارا کیا۔

**اہل حدیث (غیر مقلد):**

غیر مقلد بھی وہابیت کی پیداور ہے۔ وہابیت، دیوبندیت اور غیر مقلدیت سب کے عقائد و نظریات قدرے مشترک ہیں۔ غیر مقلدین نے تقلید ائمہ کرام کے خلاف آواز بلند کی اور از خود اجتہاد کا دعویٰ کیا۔ اس باطل تحریک کا آغاز 1233ھ میں ہوا۔ ان کے اکابر میں اسماعیل دہلوی، نذیر حسین دہلوی، ثناء اللہ امرتسری اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی وغیرہ ہیں۔

سیدنا اعلیٰ حضرت نے وہابیت، دیوبندیت اور غیر مقلدیت کے ردّ میں بہت ساری کتابیں تصنیف کیں، چند مندرجہ ذیل ہیں۔ اقامۃ القیامہ، منیر العین، انوار الانتباہ، الدولۃ المکیہ، تمہید الایمان، مبین الہدیٰ، المعتمد المستند، سلطنت مصطفےٰ، ہدی الحیران، الامن والعلی، النہی الاکید، برکات الامداد، پردہ در امرتسری وغیرہ۔

**قادیانیت:**

مرزا غلام احمد قادیانی نے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کی خاتمیتِ نبوی کی عبارت سے فائدہ اُٹھا کر اپنی نبوت کا 1882ء میں اعلان کر دیا۔ اسی کے پیرو کو قادیانی، مرزائی یا احمدی کہتے ہیں۔ مرزا نے خود کو ظلّی نبی، بروزی نبی، مسیح موعود وغیرہ کہا اور ایک نیا دھرم نکالا۔ قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، سیدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بزرگانِ دین کی توہین کی ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ نے قادیانی کے ردّ میں بھی کتب ورسائل تصنیف کیے۔

قہر الدیان، الصارم الربانی، السوء والعقاب، جزاء اللہ عدوہ بابائہ، ختم النبوۃ، المبین ختم النبیین وغیرہ۔

**نیچریت:**

ہندوستان میں نیچریت کی بنیاد سر سید احمد خان نے ڈالی۔ سر سید احمد خان کی تصانیف میں نیچریت کا رنگ غالب ہے۔ آپ دینوی معاملات میں اچھی صلاحیتوں کے حامل تھے اور بہت حد تک اسے بروے کار لانے میں کامیاب بھی ہوئے مگر بے جا طور پر شریعت میں دخیل ہو کر غیر ضروری، غیر اسلامی اجتہاد کی وجہ سے مسلمانوں کو دین وشریعت سے بیگانہ کرنے کی کوشش نے انہیں دین سے دور کر دیا۔ وہ اسلام کے ہر عقیدے اور قانون کو عقل یعنی نیچر سے تولنے کے قائل تھے، یہاں تک کہ انہوں نے اسلام کے کلیدی عقائد، حقایق سے محض اس لیے انکار کر دیا کہ ان کی عقل انہیں تسلیم نہیں کرتی تھی۔ قرآن و احادیث میں تحریف سے کام لیا۔ ان کے متبعین میں ابوالکلام آزاد، الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی وغیرہ مشہور ہیں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ نے اُن کا بھی ردّ کیا اور اُن کے عقائد و نظریات کے تناظر میں اسلامی نظریات کی وضاحت کے ساتھ کتابیں لکھیں۔

**سیاست:**

سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ نے نہ صرف یہ کہ دینی جہات سے تجدیدی کارنامہ انجام دیا بلکہ سیاست، معاشرت، معیشت، تعلیم وتہذیب وغیرہ جہات پر

بھی تجدیدِ ملّت کا کام انجام دیا۔ آپ کی سیاسی خدمات پر مؤرخین نے بھی لکھا ہے۔

آپ کا سیاسی مؤقف نہایت ہی صاف ستھرا تھا۔ سیاسی بازیگروں کے دامِ فریب میں آکر کبھی بھی شریعت و سُنّیت کو سیاست سے مجروح نہیں ہونے دیا۔ مشرکینِ ہند کی تحریک پر گائے کی قربانی کے جواز و عدمِ جواز کے سلسلے میں ایک سوال کے جواب میں ہندوستانی سیاست کے پس منظر میں بے باک جواب ارشاد فرمایا "ہندوستانی ہندوؤں کی بیجاہٹ بجار کھنے کے لیے گائے کی قربانی کو یک قلم ختم کر دینا ہر گز جائز نہیں۔" جبکہ اسی سوال کے جواب میں دوسرے حضرات مشرکین کے فریب کے شکار ہوئے مگر فتح آپ کو حاصل ہوئی۔ آج بھی ہندی مسلمان اپنے مذہبی شعائر کو قائم رکھتے ہوئے گائے کی قربانی کرتے ہیں۔۔۔

یوں ہی بعض علماء ہند جنھوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا اُن کی پرواکیے بغیر آپ نے ہندوستان کو ائمہ کرام کے مذہب کے مطابق "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالسلام" لکھ کر دارالاسلام قرار دیا۔ یہ کارنامہ 1306ھ / 1888ء کا ہے۔ ایک عرصہ بعد تحریک آزادئ ہند کے زمانے میں بعض علماءِ ہند نے ہندوستان کو پھر دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا تو آپ نے سخت قلمی احتجاج کیا۔ اس سلسلے میں آپ کا خیال تھا کہ جس طرح ہندی مشرکین نے مسلمانوں میں ترک گاؤکشی کا شوشہ چھوڑا تھا اسی طرح انہوں نے چال بازی سے ترکِ وطن پر اُکسایا۔ کیونکہ ان دونوں تحریکوں سے ہندی مشرکین کو فائدہ اور مسلمانوں کو نقصان تھا۔ آپ نے ہجرت کو مسلمانوں کی معیشت و سیاست دونوں کے لیے نقصان دہ بتایا اور بعد کے تاریخ مشاہدات نے ان کی اس فکر کو سچ ثابت کر دکھایا۔

تحریکِ خلافت بھی اپنے دور کا حساس اور پیچیدہ مسئلہ تھا۔ اس سلسلے میں بھی سیدنا اعلیٰ حضرت نے مسلمانانِ ہند کی کامل رہنمائی کی۔ تحریک خلافت کا آغاز 1919ء میں ہوا۔ برطانیہ اور اس کے حامیوں کے ذریعہ سلطان عبدالحمید کی ترکی سلطنت کو خطرہ لاحق تھا۔ اس کے پیشِ نظر تحریک خلافت گاندھی جی اور دیگر مشرکینِ ہند کی سربراہی میں شروع ہوئی۔ محققین کے مطابق بظاہر یہ تحریک مسلمان سلطان و سلطنت کی حفاظت میں تھی مگر اس کا مقصد خالص سیاسی تھا۔ گاندھی اور دیگر مشرکینِ ہند کی شرکت اس بات کی غماز ہے۔

اس تحریک کو مضبوط کرنے کے لیے بعض علماء نے یہ حربہ استعمال کیا کہ سلطان ترکی کو خلیفہ اور ترکی سلطنت کو خلافت ترکیہ کہا جبکہ اسلام میں خلیفہ، سلطان اور خلافت و سلطنت میں بہت بڑا فرق ہے۔ خلیفہ اور خلافت کی حفاظت فرض ہے اور سلطان و سلطنت کی حفاظت واعانت حسبِ استطاعت واجب ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت نے اسلامی سیاست کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہندی مسلمانوں کی رہنمائی کی اور سلطان عبدالحمید کو سلطان ترکی بتایا، خلیفہ ماننے سے انکار کیا۔ ہاں اس کی اعانت حسبِ استطاعت واجب بتایا۔

اس ضمن میں آپ نے "دوام العیش فی الائمۃ من قریش" رقم فرمائی۔

بعد میں یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ خود ترکی کے مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطان عبدالحمید کو معزول کرکے ملک بدر کر دیا جس سے ثابت ہو گیا کہ ترکی سلطان ہی مانتے تھے نہ خلیفہ۔

اسی طرح المحجۃ المؤتمنۃ لکھ کر یہ بتایا کہ مسلمانوں کے لیے مشرکینِ ہند سے اتحاد نقصان دہ ہے۔ بعد میں اس کے نتائج نے آپ کی اس سیاسی بصیرت کو مفید ثابت کیا۔ الغرض آپ نے اپنی فراستِ مومنانہ سے مسلمانوں کی ہر گام رہنمائی فرمائی۔

## تعلیمی افکار و نظریات:

سیدنا اعلیٰ حضرت ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ محقق و مصنف بھی تھے اور عظیم مفکر و مدبر بھی۔ آپ کی

تصانیف میں مذہبی عقائد و نظریات کے علاوہ معاشی، سیاسی اور سائنسی نظریات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں جس سے آپ کو ہمہ جہت شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔

آپ کی حیات و نگارشات کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ جدید علوم وفنون مثلاً سائنس و جغرافیہ، ریاضی، عمرانیات، معاشیات، علم تجارت وغیرہ کے مخالف نہیں تھے بلکہ سو سے زیادہ علوم وفنون میں ہزار سے زائد جو آپ کی تصانیف ہیں ان میں متذکرہ بالا جملہ علوم وفنون شامل ہیں۔ ہاں البتہ آپ کے نظریۂ تعلیم میں اس امر کی قید ضرور ہے کہ تمام قدیم وجدید علوم کی تعلیم کا مقصد دین فہمی ہو۔ جملہ علوم و فنون میں علم قرآن، علم حدیث، علم فقہ، علم تفسیر کو اوّلیت کا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

"علم نافع وہ جس کے ساتھ فقاہت ہو۔"

ان کے علاوہ آپ نے جن علوم وفنون کو دین فہمی کے لیے معاون سمجھا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ علم طبعیات اور ارضیات (کہ جس سے پانی اور مٹی کی ماہیت اور احوال معلوم کیے جائیں تاکہ بدن، لباس جائے سجدہ کی طہارت کے فقہی مسائل معلوم ہوسکیں) علم ریاضی (کہ اس کے ذریعہ فرائض ومیراث اور پانی کی قلت وکثرت کے مسائل کا استخراج ہوسکے) علم توقیت (کہ اس کے ذریعہ نماز، روزہ، حج وغیرہ کے اوقات متعین کرنے کا کام کیا جاسکے) علم مناظر ومرایا (کہ اس کے توسط سے رویت ہلال کی تحقیق ہوسکے) اور علم کیمیا (کہ اس کے ذریعہ اشیا کی اصل ماہیت وغیرہ کی پہچان ہوسکے) وغیرہ۔

آپ انگریزی زبان کی تعلیم کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:

"ذی علم مسلمان اگر بہ نیت ردِّ نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا۔ اور دنیا کے لیے صرف زبان سیکھنے یا حساب، اقلیدس، جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں۔ بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہو جائے۔ ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے۔"

سیدنا اعلیٰ حضرت کا عقلی علوم مثلاً سائنس، فلسفہ، منطق، نجوم، ہیئت وغیرہ سے متعلق نظریہ یہ ہے کہ ان علوم کو قرآن واحادیث کی روشنی میں دیکھا جائے۔ یہ نہیں کہ قرآن واحادیث کو سائنس اور منطق وفلسفہ کے فرضی اصولوں پر تولا جائے۔ چنانچہ آپ نے خود بھی تمام علوم کو قرآن واحادیث کے غیر متبدل اصولوں پر جانچ کو صحیح و درست کی نشاندہی کردی ہے۔ ان علوم میں ماہرین کے جو بھی افکار و نظریات اسلامی اصولوں سے متصادم ہوئے ان کی تردید میں باضابطہ آپ کی تصنیفاتِ کثیرہ موجود ہیں۔ چند تصانیف درجہ ذیل ہیں: فوز مبین در ردِّ حرکت زمین، ردِّ فلسفۂ قدیمہ، معین مبین بہر دور شمس وسکونِ زمین، فلسفہ اور اسلام وغیرہ۔

الحختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت کا سائنس ودیگر فنون کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ قرآن، احادیث کے اصول متحقق وغیرہ متبدل ہیں جبکہ سائنس اور اس جیسے دیگر فنون کے موجدین آئے دن نئی نئی تھیوریاں پیش کرتے ہیں اور جب تک ان کی فکر قرآن واحادیث کے مطابق نہ ہو جائے بھٹکتے رہیں گے۔

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت کی ذات ستودہ صفات فضل وکمال، علم وآگہی اور تحقیق ومعارف میں یکتائے روزگار اور منفرد العصر ہے۔ یقیناً دیگر علوم وفنون کے ساتھ ساتھ قدرت نے آپ کو ملکِ سخن کی شاہی مسلّم ودیعت فرمادی ہے۔ آپ کی شاعری میں عشق کی وارفتگی اور سرمستی کے ساتھ ساتھ شاعری کے جملہ فنی محاسن موجود ہیں۔ آپ کے نزدیک شاعری کی بنیاد سچائی پر ہو۔ کذب بیانی اور مبالغہ آرائی سے پاک ہو۔

آپ کی شاعری حمد، نعت اور منقبت پر محیط ہے۔ نعت گوئی سے متعلق آپ کا نظریہ ہے:

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ نہایت آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے،

جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے"۔
آپ نعت گوئی میں شریعت کا پاس رکھتے ہیں۔ چنانچہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

آپ نے نعت گوئی قرآن کریم کے مطابق کی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

آپ کا نظریہ ہے گمراہ لوگ بے ادب شاعروں کا اتباع کرتے ہیں۔ ہاں اگر شاعری کو آداب شریعت کا پابند کر دیا جائے تو محمود و مستحسن ہے۔ آپ نے مذہبی شاعری کی ہے۔ کبھی بھی کسی مادّی منفعت کی غرض سے اہلِ دَول کی قصیدہ خوانی سے باقاعدہ احتراز کیا، آپ فرماتے ہیں:

کروں مدح اہلِ دَول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

**تحریک ندوۃ کا ردّ:**

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ دینی و علمی درسگاہوں میں انگریز اور انگریزی تہذیب کی مداخلت کو سخت ناپسند فرماتے۔ چنانچہ آپ ابتداء میں ندوہ کی تعلیمی تحریک میں شامل رہے اور تدوینِ نصاب کمیٹی کے رکن بھی رہے۔ 1310ھ / 1892ء میں مدرسہ فیض عام کانپور کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر ندوۃ العلما کی داغ بیل پڑی۔ اس اجلاس میں آپ نے شرکت فرمائی اور اصلاحِ نصاب پر ایک وقیع مقالہ بھی پڑھا مگر جب اربابِ ندوہ نے انگریز کی وفاداری کے لیے انگریزی تہذیب کو اپنایا تو آپ نے ان کی اس حرکت سے بیزار ہو کر 1313ھ / 1895ء سے اس کے خلاف مہم کا آغاز کیا۔ اور ان کے ردّ میں کتب و رسائل لکھے جس میں "فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین" مشہور ہے۔

**علی گڑھ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا ردّ:**

علی گڑھ کے زیر اثر چلنے والی تحریک پورے ملک میں کام کر رہی تھی۔ مسلمانوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنا ایک اچھا کام تھا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ نہ صرف ایسی تحریک کے حامی تھے بلکہ خود ہی اس نہج پر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا۔ آپ کی کتاب "تدبیر وفلاح ونجات" اور اس جیسی دیگر کتابیں آپ کے اس خیال کی عکاسی ہیں۔ مگر اس تحریک کی باگ ڈور جن لوگوں کے ہاتھوں میں تھی وہ لوگ نہ صرف انگریز اور انگریزی تہذیب کے گرویدہ تھے بلکہ نیچری مذہب اختیار کر چکے تھے۔ لہٰذا آپ نے اس تحریک کی گمراہ کن قیادت کی سختی کے ساتھ مخالفت کی۔ انگریزی نظامِ تعلیم پر سخت تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"انگریزی اور بے سود تضیع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین و دنیا میں بھی نہیں پڑتا۔ جو صرف اس لیے رکھی گئی ہے کہ لڑکے این وآں مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیّت دینی کا مادّہ ہی پیدا نہ ہو، وہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے؟"

آپ کی حیات ونگارشات کے مطالعہ سے انگریز اور انگریزی تہذیب کی مخالفت کا خوب خوب پتہ چلتا ہے۔

**فیشن وتہذیب:**

آپ نے انگریزی تہذیب کی مخالف کرتے ہوئے رقم فرمایا:

"انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام، اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز مکروہِ تحریمی، قریب بحرام، واجب الاعادہ کہ جائز کپڑا پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب"۔

انگریزی تہذیب کے خوگر سر سید احمد خان کے کردار کا جائزہ لیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"نصاریٰ کی یہ غلامی پیر نیچر نے تھامی، لیڈر جس کے اب زبانی شاکی ہیں اور دل سے پرانے حامی، اس کے نتائج تشبہ وضع و تحقیر شرع"۔

## معاشرتی و معاشیاتی نظریات:

سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایسے وفا شعار عاشق صادق تھے کہ آپ نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے عشق و وارفتگی ہی کو اصل الاصول قرار دے کر زندگی کا ہر لمحہ ذکر محبوب میں قربان کردیا۔ اور وہ شجر اسلام جسے اپنے مولیٰ کے فضل سے شارع اسلام نے لگایا اس کی آبیاری کرتے رہے۔ آپ کو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے بے پناہ عشق تو تھا ہی اس پاکیزہ عشق کے ضمن میں اپنے آقا کی پیاری اُمت سے بھی ایسی ہی شفقت فرمائی اور ہر گام اس کی حفاظت وصیانت، تعمیر و ترقی کی راہیں استوار فرماتے رہے۔

آپ نے اپنی مختلف کتب ورسائل میں مسلم معاشرہ کی تعمیر و تشکیل پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی تصنیفات فتاویٰ رضویہ، احکامِ شریعت، تدبیر فلاح ونجات واصلاح وغیرہ قابل مطالعہ ہیں۔

آپ نے مسلم معاشرہ کی اصلاح کرتے ہوئے معاشرتی برائیوں کی نشاندہی کی اور ان کے ردّ میں کتب ورسائل لکھے۔

آپ نے 1912ء میں ہندی مسلمانوں کے معاشی ومعاشرتی حالات کی اصلاح کے لیے مندرجہ ذیل نکات پیش کیے:

(۱)۔ ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے، مسلمان اپنے معاملات باہم فیصلہ کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں پس انداز کرسکیں۔

(۲)۔ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد (دکن) کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

(۳)۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

(۴)۔ علمِ دین کی ترویج واشاعت کریں وغیرہ۔

نکتہ اوّل وسوم میں معاشیاتی افکار و نظریات کے ساتھ ساتھ اصلاحِ معاشرہ کا پہلو بھی موجود ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نکات کا تجزیہ کرتے ہوئے اقتصادیات ومعاشیات کے ماہر پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے ایک وقیع مقالہ قلم بند فرمایا ہے، پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں:

"اب اہلِ دل اور اہلِ نظر ذرا اس ماحول کو ذہن میں رکھیں جبکہ 1912ء میں مولانا احمد رضا خان نے مسلمانوں کو اس بات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں۔ کیا اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دور اندیشی کے؟ کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں! کنیز کو اس خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین خطاب مل سکتا ہے اس بنا پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کرلی تھی جو چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خان بریلوی شائع کرچکے تھے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرّہ برابر توجہ نہ دی"۔

عصر حاضر میں بینکنگ طریقۂ کار کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی دور رس نگاہ اور عبقریت کو سلام کرتے ہیں۔ آپ کی ایسی نگارشات وخدمات کو دیکھ کر ایک عظیم مفکر ڈاکٹر اقبال نے خراج عقیدت و تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا"

آپ کے انہیں چاروں معاشی فارمولوں کے پیش نظر برطانیہ کے ایک نو مسلم محقق ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم نے اسی صفحات پر مشتمل انگریزی رسالہ بنام Four Ponits Program of Imam Ahmad Raza 1912 لکھ کر اعلیٰ حضرت کے صالح سیاسی، معاشی، سماجی افکار و نظریات پر سیر حاصل گفتگو کی

ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ رضویات کے مشہور اسکالر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی نے کیا جس کی اشاعت رضا اسلامک اکیڈمی بریلی نے کی۔ جبکہ کراچی پاکستان کے ادارۂ مسعودیہ نے اسی ترجمہ کو "امام احمد رضا کا عالمی منصوبہ" کے نام سے شائع کیا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم میں حصص (Share)، بیمہ (Insurance) اور برطانوی عہد کے بینکوں اور ڈاک خانوں میں جمع کردہ رقوم پر منافع کے حصول پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

آپ نے اپنی مشہور تصنیف "الکفل الفقیہہ الفاہم" میں کرنسی نوٹ کا جواز پیش کرتے ہوئے بے سودی بینکاری کے طریقے بتائے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت کچھ لکھا جس کا تجزیہ اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں۔ افسوس کہ ہم نے اپنے عظیم محسن کی ان کارآمد باتوں پر توجہ نہیں دی۔ آج بھی ہم اگر ان معاشی نکات اور طریقۂ کار کو اپنالیں تو عنقریب نہ صرف ہماری معیشت بحال ہو گی بلکہ ہماری قوم غیروں سے مستغنی ہو جائے گی۔

## عقلی علوم و فنون سے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی کے افکار و نظریات:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ کا عقلی علوم مثلاً سائنس، فلسفہ، منطق، نجوم، ہیئات وغیرہ سے متعلق نظریہ یہ تھا کہ ان علوم و فنون کی بنیاد تخیلات پر ہیں۔ ان کے بیشتر افکار و نظریات اسلامی عقائد و نظریات سے متصادم ہیں جس سے مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور ایسا ہی ہوا۔ آپ کو ان علوم و فنون میں خداداد مہارت حاصل ہونے کے باوجود قلبی دلچسپی نہیں تھی مگر چونکہ ان کے وہمی و ظنی اُصول، اسلامی افکار و نظریات سے متصادم نظر آئے لہٰذا ان غیر اسلامی افکار و نظریات کی تردید کرتے ہوئے ان علوم و فنون میں کتابیں لکھیں۔ قدیم فلسفہ کو آج سائنس ہی میں شمار کیا جاتا ہے سائنس کے تعلق سے ایک مختصر جائزہ پیش خدمت ہے:

★ سائنس زمین کو سورج کے گرد گھومتی ہوئی مانتی ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت نے قرآنی افکار و نظریات کی روشنی میں اس نظریہ کو غلط ٹھہراتے ہوئے مدلل بحث فرمائی۔ اس سلسلے میں آپ نے کتاب "نزولِ آیاتِ فرقان بسکون زمین و آسمان" تصنیف کی۔ جس کے ذریعہ یہ ثابت فرمایا کہ زمین ساکن ہے، گردش نہیں کرتی۔

جب البرٹ ایف پورٹا نامی امریکی ہیئت داں نے دعویٰ کیا کہ 17/ دسمبر 1919ء کو سیارات کے اجتماع کے سبب سورج میں اتنا بڑا داغ پڑے گا کہ اس کے باعث زلزلے آئیں گے، شدید طوفان آئے گا، ملک کے ملک برباد ہو جائیں گے غرضیکہ قیامت صغریٰ برپا ہو جائے گی۔

اعلیٰ حضرت نے اس کے ردّ میں رسالہ "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" لکھا۔ پورٹا کے نظریات کا جغرافیہ، طبیعات، نجوم و ہیئت کی روشنی میں ردّ فرمایا اور بتلایا کہ کچھ نہیں ہو گا۔ الحمد للہ آخر وہی ہوا جو اعلیٰ حضرت نے فرمادیا۔ نظریۂ حرکتِ زمین کے ردّ میں آپ نے ایک اور کتاب "فوزِ مبین در ردِّ حرکتِ زمین" بھی تصنیف فرمائی، جس میں گردشِ زمین کے نظریہ کا ابطال، طبیعات، جغرافیہ، نجوم، ہیئت وغیرہ کے اصولوں سے کیا۔

آپ نے فلسفۂ قدیمہ کے ردّ میں بھی ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ جس کا نام "الکلمۃ الملہمہ" ہے۔ اس میں افلاک، زمانہ، اللہ کی فاعلیت، جزو الذی لایتجزیٰ وغیرہ پر بحث فرمائی ہے۔

## الحاصل:

دنیائے اسلام کی عظیم شخصیت مجدد دین و ملّت، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت، عشقِ رسول کے گنج گراں مایہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی ہمہ جہت ذات ستودہ صفات فضلِ مولیٰ سے محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ نے دینی امور میں توحید و رسالت، ولایت، تقدیر و تدبیر، قبر و حشر و نشر، روزہ، حج، زکوٰۃ، بدعات و منکرات کے ردّ وغیرہ ہر امر میں لکھا۔ اللہ

ورسول کی بارگاہ کے گستاخوں، بدمذہبوں کا ردّ و ابطال فرمایا۔ شرعی گرفت کی اور صاف وشفاف اسلامی نظریہ، اسلامی مسلک بنام مسلکِ اہلِ سنّت پیش فرمایا۔ جو فی الحقیقت صحابۂ کرام اہلِ بیت اطہار، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیا کرام وعلماسلف کا مذہب و مسلک ہے یعنی اصل اسلام۔

آپ نے سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی، تہذیبی ودیگر شعبہ ہائے حیاتِ انسانی نیز دیگر علوم وفنون میں بھی اپنے افکار و نظریات پیش کیے، ان کا ماخذ دین ہی ہے۔۔۔

## کتابیات:


(۱)۔ فتاویٰ رضویہ، اعلیٰ حضرت۔

(۲)۔ الفرق الوجیز بین النبی العزیز، اعلیٰ حضرت۔

(۳)۔ تمہید الایمان بآیات القرآن، اعلیٰ حضرت۔

(۴)۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، اعلیٰ حضرت۔

(۵)۔ الامن والعلی لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء، اعلیٰ حضرت۔

(۶)۔ سبحٰن السبوح، اعلیٰ حضرت۔

(۷)۔ اسماع الاربعین، اعلیٰ حضرت۔

(۸)۔ اعتقاد الاحباب، اعلیٰ حضرت۔

(۹)۔ حیات الموات، اعلیٰ حضرت۔

(۱۰)۔ المبین ختم النبیین، اعلیٰ حضرت۔

(۱۱)۔ انوار الانتباہ، اعلیٰ حضرت۔

(۱۲)۔ التحبیر بباب التدبیر، اعلیٰ حضرت۔

(۱۳)۔ برکات الامداد، اعلیٰ حضرت۔

(۱۴)۔ تجلی الیقین، اعلیٰ حضرت۔

(۱۵)۔ انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارت، اعلیٰ حضرت۔

(۱۶)۔ مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء، اعلیٰ حضرت۔

(۱۷)۔ احکامِ شریعت، اعلیٰ حضرت۔

(۱۸)۔ الملفوظ، اعلیٰ حضرت۔

(۱۹)۔ عرفان شریعت، اعلیٰ حضرت۔

(۲۰)۔ الزبدۃ الزکیہ، اعلیٰ حضرت۔

(۲۱)۔ رسالہ دعوت میت، اعلیٰ حضرت۔

(۲۲)۔ ہادی الناس، اعلیٰ حضرت۔

(۲۳)۔ اظہار الحق الجلی، اعلیٰ حضرت۔

(۲۴)۔ المحجۃ الموتمنہ فی آیۃ الممتحنہ، اعلیٰ حضرت۔

(۲۵)۔ دوام العیش، اعلیٰ حضرت۔

(۲۶)۔ الاجازات المتینہ، اعلیٰ حضرت۔

(۲۷)۔ فاضل بریلوی کے معاشی نکات، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔

(۲۸)۔ تحریکِ خلافت، قاضی عدیل عباسی۔

(۲۹)۔ گناہِ بے گناہی، پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، کراچی۔

(۳۰)۔ آئینۂ رضویات، محمد عبدالستار طاہر۔

(۳۱)۔ حیاتِ جاوید، الطاف حسین حالی۔

(۳۲)۔ کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، کراچی۔

(۳۳)۔ ترجمانِ وہابیہ، نواب صدیق حسین بھوپالی۔

(۳۴)۔ ذکر آزاد، عبدالرزاق ملیح آباد۔

(۳۵)۔ تقویۃ الایمان، اسماعیل دہلوی۔

(۳۶)۔ فتاویٰ رشیدیہ، رشید احمد گنگوہی۔

(۳۷)۔ تحذیر الناس، قاسم نانوتوی۔

(۳۸)۔ براہین قاطعہ، خلیل احمد انبیٹھوی۔

(۳۹)۔ حفظ الایمان، اشرف علی تھانوی۔

(۴۰)۔ سوانح اعلیٰ حضرت، علامہ بدرالدین قادری۔

(۴۱)۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، علامہ ظفرالدین بہاری۔

(۴۲)۔ امام احمد رضا محدث بریلوی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔

(۴۳)۔ المیزان کا امام احمد رضا نمبر۔

(۴۴)۔ معارفِ رضا، شمارہ نمبر ۲۴، مطبوعہ کراچی۔

(۴۵)۔ امام احمد رضا اور عالم اسلام، ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔

(۴۶)۔ تحریک آزادی ہند، ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔

(۴۷)۔ پیغامِ رضا کا امام احمد رضا نمبر۔

(۴۸)۔ امام احمد رضا اور ردِّ بدعات ومنکرات، علامہ یٰسین اختر مصباحی۔

(۴۹)۔ تحریکِ آزادیٔ ہند اور سوادِ اعظم، ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔

# میلادِ نبی ﷺ کرتے ہیں کرتے رہیں گے ہم

صاحبزادہ سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری غفرلہ ولوالدیہ

اظہارِ خوشی کرتے ہیں کرتے رہیں گے ہم
میلادِ نبی کرتے ہیں کرتے رہیں گے ہم (ﷺ)

جلتے ہیں بے دین توجلتے رہیں گے وہ
میلاد کی شب روشنی کرتے رہیں گے ہم

صبح قیام حشرتک چرچاکریں گے ہم
ابلیس کوتنگ یونہی سداکرتے رہیں گے ہم

ذکرِرسول پاک کودیں گے فروغ ہم
جاں ان کے نام پہ فداکرتے رہیں گے ہم (ﷺ)

لبیک یارسول کانعرہ لگائیں گے
تنگ ان کے دشمنوں کویوںکرتے رہیں گے ہم (ﷺ)

تاباںؔ انہی کے نام سے اپنا ہے کل وجود
اسمِ نبی کاوردبس کرتے رہیں گے ہم

# صدیاں رضا کی ہیں علاقہ رضا کا ہے

صدیاں رضا کی ہیں علاقہ رضا کا ہے
اک صاحبِ امروز ہیں ، سکہ رضا کا ہے

آئینۂ جمال ہیں وہ عشق رسول کے (ﷺ)
ہر بحر و بر میں آج ، اجالا رضا کا ہے

محشر میں قدسیوں نے رضوان سے کہا
جانے دیں ان کے سینوں پہ تمغہ رضا کا ہے

لکھا تو اوروں نے بھی ، اور خوبتر لکھا
لیکن سبھوں میں اچھا مقالہ رضا کا ہے

ملتا ہر ایک کو ہے بقدرِ طلب یہاں
علم و ہنر کی گود قبالہ رضا کاہے

مکی حجر کی خوشبو سے شاداں ہیں دل دماغ
دولت بڑی ہے مکی رسالہ رضا کا ہے

تاباںؔ ہے افقِ علم پہ سو سال سے پرے
روشن چمکتا چاند سا چہرہ رضا کا ہے

احقر کو اذنِ حاضری ہو جائے اب کی بار
روتا ، بلکتا ، دور نکما رضا کا ہے

صاحبزادہ سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری

# 38ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس 2017ء

## کی روزنامہ "ایکسپریس" کراچی میں شائع ہونے والی خبر

DAILY EXPRESS
روزنامہ ایکسپریس کراچی
SC(MC)989
FRIDAY, NOVEMBER 10, 2017
پاکستان کے 11 شہروں سے بیک وقت شائع ہونے والا واحد اخبار

## امام احمد رضا کی شخصیت یونیورسٹی کا درجہ رکھتی ہے، ڈاکٹر اختر بلوچ

### امام احمد رضا چیئر کا قیام عمل میں لایا جائیگا، امام رضا کے مضامین نصاب میں شامل کیے جائیں

### جامعہ کراچی میں کانفرنس سے پروفیسر احمد قادری، وجاہت رسول و دیگر کا خطاب

کراچی (اسٹاف رپورٹر) شیخ الجامعہ بینظیر بھٹو یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر اختر بلوچ نے کہا کہ امام احمد رضا کی شخصیت یونیورسٹی کا درجہ رکھتی ہے جنھوں نے مسلمانوں کو مذہبی، سیاسی، سماجی، سائنسی، معاشی، اقتصادی سمیت تقریباً ہر شعبے میں رہنمائی کا فریضہ انجام دیا، دور حاضر کے مسائل کے تدارک کیلیے امام احمد رضا کے افکار کو عملی طور پر نافذ کرنے کی ضرورت ہے، المیہ یہ ہے کہ سیاست کے علم سے نابلد لوگ سیاست کر رہے ہیں، امن پسند مدبرانہ شخصیات کو پاکستان اسٹڈیز کے نصاب میں نظر انداز کیا گیا ہے، اس موقع پر انھوں نے اعلان (باقی صفحہ 4۔نمبر 20)

20 ڈاکٹر اختر

کیا کہ بینظیر بھٹو یونیورسٹی میں امام احمد رضا چیئر کا قیام عمل میں لایا جائے گا، پاکستان اسٹڈیز میں امام احمد رضا کے مضامین کو شامل کیا جائے گا، ان خیالات کا اظہار انھوں نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل اور شعبہ علوم سماجی جامعہ کراچی کے اشتراک سے آرٹس آڈیٹوریم میں منعقدہ 38 ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس بعنوان ماہر سماجی علوم مولانا احمد رضا خاں کے "سیاسی افکار و اثرات اور اطلاق" سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے کیا، کانفرنس میں ممتاز اسکالرز پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد قادری رئیس کلیہ سماجی علوم جامعہ کراچی، صدر ادارہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، پروفیسر دلاور خاں نوری، تحریک پاکستان کے کارکن آزاد بن حیدر نے خصوصی خطاب کیا جبکہ ملک کے ممتاز اسکالرز پروفیسر ڈاکٹر مجیب، پروفیسر ڈاکٹر وسیم الدین، مفتی عبدالرحمن، ڈاکٹر سہیل شفیق، پروفیسر دلاور خاں، ڈاکٹر محمد یونس قادری نے مقالات پیش کیے، اس موقع پر سید وجاہت رسول قادری کی تین کتب سفر نامہ قاہرہ، سفر نامہ بنگلہ دیش، اور معارفِ اسلام کا اجرا کیا گیا، رئیس کلیہ سماجی علوم جامعہ کراچی پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد قادری نے کہا کہ نفرت، تعصب، تنگ نظری کی بنا پر مخصوص طبقہ نے اہل تصوف بالخصوص امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی فکری تعلیمات سے علمی خیانت کی، قلم فروشوں نے قیام پاکستان کے حقیقی محسنوں کی خدمات کو نظر انداز کیا اور ملک و ملت کو گمراہ کرنے ناپاک کوششیں کیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ نصاب میں امام احمد رضا کے مذہبی، سیاسی، سائنسی، سماجی مضامین کو شامل کیا جائے۔

ڈاکٹر شبیر احمد قادری
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

## پیغام

### بسلسلہ "ماہر سماجی علوم امام احمد رضا خاں کے سیاسی افکار، اثرات اور اطلاق"

حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ انیسویں اور بیسویں صدی کی دینی، ادبی، سماجی اور سیاسی تحریکوں سے پوری طرح آگاہ تھے، برصغیر پر سات سمندر پار سے آئے ہوئے غاصب وجابر فرنگیوں نے ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑے، خاص طور پر مسلمانوں کے ساتھ اُن کے ناروا سلوک پر وہ سخت نالاں تھے، امام احمد رضا خاں کے سوچنے سمجھنے اور اظہارِ خیال کا انداز جداگانہ تھا، حُسن تدبر کی بدولت انھوں نے فرنگیوں اور ہندوؤں سے دوستی کو اہلِ اسلام کے لیے سم قاتل قرار دیا، اس معاملے میں مخالفین نے بھی اُن کی رائے سے اتفاق کیا، وہ اُن کے علمی وادبی فضائل اور گہرے سیاسی شعور کے معترف تھے، مولانا نے گو عملی سیاست میں حصہ نہیں لیا مگر سیاسی اتار چڑھاؤ سے خوب واقف تھے، سیاست سے متعلق مولانا کی آراء سے موجودہ پاکستانی سیاسی صورتِ حال کے ذیل میں کماحقہ استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ ۲۰۱۶ء میں "مولانا احمد رضا خاں کی ادبی خدمات" کے زیرِ عنوان شان دار کانفرنس کے بعد امسال (۲۰۱۷ء) میں "ماہر سماجی علوم امام احمد رضا خاں کے سیاسی افکار، اثرات اور اطلاق" کا اہتمام کیا جارہا ہے، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کراچی گزشتہ ۳۷ برسوں سے بسلسلہ رضویات، تحقیقی وتنقیدی خدمات کے ساتھ ساتھ اشاعتی پروگرام بھی جاری رکھے ہوئے ہے، ادارے کی خدمات کو مستقبل کا مؤرخ سنہری حروف سے لکھے گا، میں آپ، صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب، پروفیسر دلاور خاں صاحب اور ارکانِ مجلسِ مشاورت، مجلس عاملہ اور معاونین کی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتحسین پیش کرتا ہوں۔

شبیر احمد قادری
فیصل آباد

Department of URDU, Govrnment College University, Faisalabad (PAKISTAN) Ph. 92-41-9200672
Email:dr.shabbirahmadqadri@yahoo.com, Website: www.gcuf.edu.pk

MC-1071